December-2021 Rs. 25/-

ربیع الثانی/جمادی الاولیٰ ۱۴۴۳ھ/نومبر ۲۰۲۱ء

آخر اکابر دیوبند کیا تھے؟

حضور مجاہد ملت کی دینی و ملی خدمات

انصاف کے دوہرے پیمانے

حضور حجۃ الاسلام اور قانون تحدید عمر ازدواج

اللہ کی ذات پر توکل اور اس کی رحمت پر یقین

دشمنوں کے لئے ہدایت کی! تجھ سے کرتا ہوں التجا یا رب

ارتداد! معنیٰ، حکم، اسباب اور اس سے بچنے کے طریقے

موجودہ نعت خواں، خطیب اور قوم و ملت کا طرز عمل

عید میلاد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جدید معترضین کے جواب

تریپورہ کے مظلوم مسلمان ہماری امداد کی راہ تک رہے ہیں

توہین رسالت کی مذموم فضا اور ناموس رسالت کے تقاضے

مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

اس شمارے میں

مشمولات

حضور حجۃ الاسلام اور قانون تحدید عمر ازدواج

مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

اداریہ

۱۹۲۹ء میں جب انڈیا گورمنٹ نے ''شاردا بل'' یعنی تحدید عمر ازدواج کا قانون پاس کیا تو اسلامیان ہند میں ایک عام اضطرابی کیفیت پیدا ہوگئی، مسلمان سخت بے چینی و پریشانی کا شکار ہونے لگے، ملک کے طول و عرض سے مسلسل اس سیاہ قانون کے خلاف صدائے احتجاج بلند ہونے لگیں، قائدین مذہب وملت اور ذمہ داران ملک وقوم بار بار حکومت کو یہ یاد دہانی کرا رہے تھے کہ اس سیاہ قانون کی منظوری مسلم پرسنل لا میں سخت مداخلت ہے مگر حکومت کے کانوں پر جوں تک بھی نہیں رینگی۔

اس سے پہلے کہ ہم اس سلسلے میں حضور حجۃ الاسلام کی سرگرمیوں کا جائزہ لیں، شاردا بل کی جھلکیوں اور اس کے مضمرات پر ایک نظر ڈال لیں تا کہ معاملے کی نزاکت اور حالات کی سنگینی کا بخوبی اندازہ ہوسکے:

شاردا بل کمیٹی نے شادی کے لئے لڑکی کی عمر کم از کم چودہ سال مقرر کی، اس قانون کے نفاذ سے یہ امر لازم ہوجاتا کہ عام طور پر مسلمان قید و بند کی صعوبتوں میں گرفتار ہوجائے، بہت سی وہ یتیم لڑکیاں جن کا کوئی پرسان حال اور پرورش کنندہ نہیں، صغر سنی میں ازدواج ان کی پرورش کا ایک مؤثر ترین ذریعہ ہوسکتا ہے، جب یہ جبری قانون نافذ ہو چکا ہوگا تو ان بے چاریوں کے رشتۂ ازدواج کا قیام اس قانون کی رو سے ایک دشوار کن امر ہوجائے گا، نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ ان مصیبت کی ماری غریب و یتیم، شریف و کمسن اور بے یار و مددگار بچیوں کے ہاتھوں کاسۂ گدائی ہوگا اور وہ دربدر کی ٹھوکریں کھاتی بھیک مانگتی پھریں گی۔

ایسی صورت میں انہیں وہ تربیت نہیں حاصل ہوسکے گی جو ان کی زندگی پر کوئی خوشگوار اثر ڈال سکے، جن کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ کبھی خوشگوار مستقبل شکل نہیں دیکھ سکیں گی اور اگر وہ قانونی حد بلوغت پر پہنچ کر خوش قسمتی سے رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو بھی گئیں تو ان کے اندر اس قسم کے اخلاق کا فقدان ہوگا جس سے وہ شوہر کے دل پر حکمرانی کرسکیں، اس لئے ان کا ابتدائی دور جو ماں باپ کی شفقت بھری آغوش میں گزرتا یا بحالت صغر سنی و یتیمی احکام شریعت کے مطابق رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو جانے پر شوہر کے ظل عاطفت میں بسر ہوتا وہ اس قانونی بندش اور عمر ازدواج کی تحدید کی بنا پر فقر و فاقہ اور مصیبت زدہ ماحول میں گزرے گا۔

ان کے اندر تعلیم و تربیت کے فقدان کے باعث وہ اخلاق و آداب نہ پیدا ہو سکیں گے جو بعد ازدواج شوہر کو اپنی جانب مائل کر سکے، بے چاریوں نے ابتدائی عمر میں جسمانی تکالیف برداشت کیں، فقر و فاقہ کی مشقتیں جھلیں، ازدواج کے بعد بھی اس منحوس قانون نے چین سے نہ بیٹھنے دیا کہ اخلاقی کمزوریوں کی بنیاد پر شوہر کی عدم موافقت اور طبعی میلان نہ ہونا روحانی اذیتوں کا باعث بنا اور ان ساری تخریب کاریوں کا سہرا اسی کمبخت جبری قانون کے سر جاتا ہے جس کے جبریہ نفاذ کا غلغلہ اُس وقت پورے ہندوستان میں بلند کیا جا رہا تھا، شاردا بل کے مضمرات سے متعلق دبدبۂ سکندری اپنے ایک آرٹیکل میں لکھتا ہے:

''حقوق صغائر و صنف نازک کی حمایت و حفاظت کا دنیا کو خطبہ سنا سنا کر شاردا بل کی آواز پر لبیک کہنے والے کان کھول کر سن لیں، شاردا بل کی منظوری مداخلت فی الدین ہی نہیں خیال کی جاتی بلکہ یہ حقیقت ناقابل انکار

ہے کہ شاردا بل نے صنف نازک اور حقوق صغائر کو ہی تیز اور چھلتی ہوئی چھری سے ذبح کیا ہے.............

قانون شریعت ہی وہ جامع اور مکمل قانون ہے کہ جس نے صغر سنی کے نکاح جائز ٹھہرا کر صنف نازک بالغوں کے حقوق کی پوری پوری نگہداشت کی، ملت اسلامیہ نے اولیا کو (والدین) تزویج صغائر کا حق عطا فرمایا، شریعت طاہرہ کا یہ حکم صدہا حکمتوں اور بے شمار مصلحتوں سے بھرا ہوا ہے مگر قانون ازدواج ان سب کو یک قلم فنا ہی نہیں کر دیتا بلکہ اولیا کے شرعی حقوق بھی مٹا کر مداخلت فی الدین کا مترادف ٹھہرتا ہے۔

ایسی مثالیں بکثرت ملیں گی کہ ایک شخص دفعتاً کسی مہلک مرض میں مبتلا ہوا، موت آنکھوں کے سامنے پھرنے لگی، زندگی کی آس ٹوٹ گئی، جائداد اولاد ہے اور صرف ایک دو لڑکیاں! وہ صغر سنی اور کوئی ایسا قریبی عزیز بھی نہیں جو اس کے بعد اس کی چھوٹی چھوٹی بچیوں کا سرپرست بنے یا اس کی متروک جائداد کی نگہداشت کرے۔

اس نازک وقت میں جب کہ وہ ہمیشہ کے لئے اپنی چہیتی بچیوں سے رخصت ہونے والا ہے ادھر تو ہمدرد فراق کی کشمکش اور ادھر ان یتیم بچیوں کا مستقبل اس کے سامنے ایک نہایت مہیب اور خطرناک منظر پیش کر رہا ہے، اس وقت اس کے نزدیک بجز اس کے اور چارۂ کار نہیں (کہ) وہ ان بچیوں کو رشتۂ ازدواج میں منسلک کر کے ہمیشہ کے لئے چین کی نیند سو جائے، اس لیے کہ یہی ایسی ایک صورت ہے کہ اس کے بعد اس کی صغر سنی لڑکیاں آرام و راحت کی نیند بسر کر سکتی ہیں اور اس کی متروکہ جائداد کہ جس کی وہ لڑکیاں مالک ہیں، مامون و محفوظ رہ سکتی ہے لیکن اس جبری قانون کے نفاذ کے بعد اولیا کا حق تزویج باطل اور اس قسم کی ساری مصلحتیں فوت!

یہ ہے اس ہلاکت بار قانون ازدواج کا نتیجہ جس نے آج اسلامی دنیا کو بے چین بنا دیا ہے اور یہ ہے صنف نازک کی حمایت اور یتامیٰ (یتیموں) کے حقوق کی نگہداشت جس کا اجمالاً اوپر بیان ہوا۔"

(دبدبۂ سکندری رام پور، ۱۸/۱۹ جلد ٦٧)

کمیٹی نے ایک تجویز یہ بھی پیش کی کہ پندرہ سال سے کم عمر لڑکی سے مجامعت کو جرم قرار دیا جائے، بیوی اگر بارہ سال کی ہو تو شوہر کو دس سال کی قید اور جرمانہ اور بارہ اور پندرہ کے درمیان ہو تو ایک سال کی قید مع جرمانہ! غرض قانون ازدواج کے ضمن میں "شاردا بل" کے ذریعہ جس قدر قیود و پابندیاں عائد کی جا رہی تھیں وہ سراسر شرعی اصول وضوابط کے خلاف تھیں، اسلام اگر تحدید عمر ازدواج ضروری خیال کرتا تو زفاف اور مجامعت کے لئے یقیناً ایک حد قائم کی جاتی، لیکن تحدید محض اس لئے نہیں کی گئی کہ بلوغت کی کوئی حد معین نہیں، بلوغ میں اختلافِ آب و ہوا کو کافی دخل حاصل ہے، سرد ممالک میں لڑکیاں بہ تاخیر بالغ ہوتی ہیں اور گرم ممالک میں بمقابلۂ سرد ممالک کے بہت جلد بالغ ہو جاتی ہیں، ملکوں اور مقامات کے اس اختلاف سے قطع نظر کرتے ہوئے اگر ایک خاص ملک میں سن بلوغ کی کوئی حد مقرر کی جائے تو یہ بھی ناممکن و محال ہے، اس لئے کہ بلوغ افراد میں بھی سن و سال کا اختلاف ہے بلکہ ملک تو دنیا کے ایک وسیع و عریض قلعہ کا نام ہے، اگر ایک صوبہ بلکہ ایک ضلع حتیٰ کہ اگر ایک قصبہ سے چند افراد جمع کئے جائیں اور تحقیق کی جائے تو ان کا سن بلوغ متضاد ہوگا اور یہ بات بھی تجربات سے ثابت ہے کہ آسودہ حال لوگوں کی لڑکیاں عموماً بہت جلد بالغ ہو جاتی ہیں، اس کے برعکس غریب اور مفلوک الحال لوگوں کی لڑکیاں بتاخیر جوان و بالغ ہوتی ہیں۔

ایسی صورت میں قانون اسلام جو تمام دنیا کے لئے تہذیب و تمدن، معاملت و معاشرت ہر اعتبار سے ایک جامع اور مکمل قانون ہے، وہ بلوغ کی کوئی حد کیوں کر مقرر کر سکتا

ہے، یہی وجہ ہے کہ شریعت اسلامیہ نے زفاف ومجامعت کی کوئی حد مقرر نہیں کی کہ کسی سن وسال میں مناکحت و مجامعت ہو، چنانچہ ابوالمعانی حضرت مفتی ابرار حسین تلہری ایڈیٹر ماہنامہ یادگار رضا بریلی شریف لکھتے ہیں:

''بعض ممالک میں نو سال کی لڑکیاں بالغ اور جوان ہو کر مجامعت کا تحمل کرسکتی ہیں، ہندوستان میں بھی بکثرت آسودہ حال لڑکیاں گیارہ بارہ سال کی عمر میں سن بلوغ کو پہنچ کر مباشرت کے قابل ہوجاتی ہیں اور اس سے ان کی تندرستی پر کوئی ناخوشگوار اثر نہیں پڑتا، متوسط الحال لوگوں کی لڑکیاں تیرہ سے چودہ سال تک بالغ ہوکر شوہر کے قابل ہوجاتی ہیں اور بلوغ کی انتہائی منزل پندرہ سال ہے، لڑکی بالغ ہوکر خواہ وہ کسی سن وسال کی ہو اس کے اندر مجامعت کی قابلیت اور استعداد پیدا ہوجاتی ہے اور یہی اس کی جوانی کی ابتدائی منزل ہے، جوانی کی اپنی اسی منزل میں قدم رکھ کر دربارۂ زفاف لڑکی کسی مزید استعداد اور قابلیت کی محتاج نہیں رہتی۔

جو لڑکیاں نو یا دس سال کی عمر میں بالغ ہوجاتی ہیں، اگر وہ عوارض جسمانی سے پاک ہیں تو بلاشبہ وہ اس سن و سال میں مجامعت کی صلاحیت وقابلیت رکھتی ہیں اور اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ عورت کے اندر خواہ وہ کسی سن وسال کی ہو مجامعت کی قابلیت واستعداد کا پیدا ہوجانا فطرتاً اسے مباشرت کی طرف مائل کرتا ہے، اگرچہ قبل بلوغ اس کا وقوع نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ بلوغ کے بعد لڑکی کا رشتۂ ازدواج میں منسلک نہ ہونا عقلاً اور نقلاً ہر طرح معیوب خیال کیا جاتا ہے۔

یہ امر مسلم ہے قبل بلوغ مجامعت کا لڑکی کی جسمانی صحت پر ضرور، ناخوشگوار اثر پڑتا ہے مگر اس کے اعتراف میں غالباً کمیٹی کو بھی کوئی تامل نہ ہوگا کہ بعد بلوغ زفاف اور مجامعت ہرگز مضر نہیں، کمیٹی نے بلوغ کی حد چودہ سال مقرر کی اور اس امر کی کوئی تصریح نہیں کہ کہ بلوغ اور زفاف کے درمیان چند سال یا چند ماہ کا حد فاصل کے طور پر گزر جانا لازم ہے نیز چودہ سال کی حد بھی حقیقتاً ایک ایسی حد ہے کہ جس عمر پہنچ کر عموماً لڑکیاں بالغ ہوتی ہیں اور بلوغ کی انتہائی منزل پندرہ سال ہے تو گویا کمیٹی نے اس امر کو تسلیم کرلیا کہ بلوغ سے کچھ قبل یا بلوغ سے کچھ بعد لڑکی میں مجامعت کی قابلیت واستعداد اور اس کے عمل کی طاقت پیدا ہوجاتی ہے تو جب بلوغ یا قرب بلوغ ہی مجامعت کی شرط ٹھہری تو کیا وجہ ہے کہ جو لڑکیاں دس یا بارہ سال کی عمر میں جوان ہوجائیں کہ مجامعت کی متحمل ہوسکتی ہوں، اگر اس کے ساتھ شوہر مجامعت کرے مجرم ٹھہرے اور یہ امر اس کی بدچلنی پر محمول ہو اور جرم ہی ایسا سنگین کہ دس سال کی قید مع جرمانہ؟

ہماری شریعت حقہ نے جس طرح نکاح کے لیے کسی سن وسال کو خاص نہیں فرمایا، اس طرح زفاف کی بھی کوئی حد معین نہیں کہ بلکہ اس قسم کے احکام صادر فرمائے کہ شوہر بیوی سے مجامعت کا مطالبہ اس وقت کر سکتا ہے کہ جب اس میں مجامعت کو برداشت کرنے کی طاقت پیدا ہوجائے۔''

(دبدبۂ سکندری، ص ۸ ، نمبر ۱۸/ ۱۹، جلد ۶۷)

واضح ہو کہ شریعت نے ہرگز اس امر پر مجبور نہیں کیا کہ اگر لڑکی بارہ سال کی بالغ بھی ہے اور مجامعت کو برداشت بھی کرسکتی ہے پھر بھی اس کے ساتھ جماع سے احتراز کیا جائے بلکہ اسلام نے زفاف کے لئے لڑکی میں تحمل جماع کی طاقت کو شرط قرار دیا ہے، چنانچہ کتب فقہ میں اس قسم کی تصریحات بکثرت موجود ہیں کہ اگر زیادہ عمر والی لڑکی یا وہ بالغہ لڑکی جو مجامعت برداشت کرنے کی طاقت نہ رکھتی ہو تو وہ شوہر کے حوالے نہیں کی جاسکتی۔

اسلام نے اس سلسلے میں مسلمانوں کو آزاد رکھا ہے کہ اگر کسی کی بیوی بارہ سال کی ہے اور وہ مجامعت برداشت کرنے کے قابل ہے تو وہ اس کے ساتھ ضرور مجامعت کرسکتا

ہے اور وہ ہرگز ہرگز مجرم و مستوجب جرمانہ نہیں، حکومت کو ہرگز یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کسی کے جائز فعل کو قابل سزا اور مستوجب جرمانہ قرار دے۔

مختصر یہ کہ شاردا ابل کمیٹی کی ساری تجاویز کا مرجع ازدواج صغائر تھا، کمیٹی نے ازدواج کی عمر کی تحدید کی مگر مسلمان اس تحدید کو کسی طور پر ماننے کو تیار نہیں ہوئے، کیونکہ یہ تحدید مسلمانوں کی معاشرتی زندگی پر منفی طور پر اثرانداز ہوئی، لہٰذا مسلمانوں نے شاردا بل کی پرزور مخالفت کرتے ہوئے اسے ''مداخلت فی الدین'' قرار دیا اور اس سلسلے میں احتجاجی جلسوں کے ذریعہ اپنی برہمی و بےزاری اور اپنے کرب و اضطرار کا اظہار کیا، چنانچہ حجۃ الاسلام نے مسلمانوں کے اس برمحل اضطراب کو شدت سے محسوس کیا اور اس سیاہ قانون کے خلاف ۲۰ رستمبر ۱۹۲۹ء کو ایک عظیم الشان احتجاجی جلسہ منعقد کیا، اس سلسلے میں جماعت رضائے مصطفےٰ کی ایک رپورٹ ملاحظہ فرمائیں:

''۲۰ رستمبر ۱۹۲۹ء کو بعد مغرب زیر صدارت حضرت حجۃ الاسلام مولانا مولوی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب مدظلہ العالی مسلمانان بریلی کا ایک جلسہ منعقد ہوا، جس میں شرع مطہرہ کی پابندی پر مقررین نے تقریریں کیں اور ان لوگوں سے اظہار بےزاری کیا جو شریعت کی پابندی کو غیر ضروری خیال کرتے ہیں، اس کے بعد اصل مقصد کی طرف توجہ کی گئی یعنی "شاردا بل" کے متعلق جناب مولانا مولوی ابوالمعالی محمد ابرار حسین صاحب صدیقی تلہری مدیر یادگار رضا بریلی کا ایک ریزولیشن بایں الفاظ پیش ہوا کہ یہ جلسہ حکومت کو توجہ دلاتا ہے کہ وہ مسئلۂ ازدواج میں تقید عمر سے باز رہے اور وہ اس وعدے کو یاد کرے جو کسی مذہب میں مداخلت نہ کرنے کے متعلق کر چکی ہے، نکاح یا زفاف کے لئے قانوناً کوئی عمر مقرر کرنے کا اسے کس طرح کوئی حق ہے؟ ایسے قوانین ضرور ہماری مذہبی و دینی آزادی سلب کرنے والے ہیں۔

مسلمان ایسے قوانین کو جابرانہ اور قانون شرع میں ترمیم یقین کر رہے ہیں اور اس سے دیندار مسلمانوں کی انتہائی دل آزاری ہو رہی ہے، آج حکومت کو ان امور میں جو من وجہٍ عبادت ہیں ابھارا جا رہا ہے، اگر مسلمان اس پر خاموش رہے اور انہوں نے ٹھنڈے دل سے تسلیم کر لیا، اس پر جیسی بےچینی چاہئے اس کا اظہار نہ کیا تو کل حکومت ایسے امور کی طرف قانون سازی کے لئے متوجہ کی جائے گی جو سراسر عبادت ہیں، کس قدر ستم ہے کہ جو قانون ہندو چاہتے ہیں اس کا نفاذ تمام کیا جاتا ہے، ہندو مذہب کے خلاف جو بات ہے کیا ضرور ہے کہ وہ اسلام کے بھی خلاف نہ ہو، اسلام نے ہمیں جس بارے میں آزاد کیا ہے ہم اس میں کیوں کوئی قید پسند کر لیں، ویسے ہی ہر قسم کی قیود کیا تھوڑی ہیں جو روز بروز اور پابندیاں اختیار کی جائیں، مذکورہ بالا ریزولیشن باتفاق رائے پاس ہوا۔''

(دبدبۂ سکندری، نمبر ۱۹/۱۷، جلد ۶۷، بابت ماہ ستمبر ۱۹۲۹ء)

اس کے باوجود بھی جب حکومت کے کانوں جوں تک بھی نہ رینگی تو دوسرا عظیم الشان احتجاجی جلسہ ۱۹ر اکتوبر ۱۹۲۹ء بروز شنبہ نو محلہ میں منعقد کیا گیا، جس میں مقامی علما کے علاوہ بیرونجات کے بھی مایہ ناز علما اور مقتدر مشائخ کرام نے شرکت فرمائی، حجۃ الاسلام بہ نفس نفیس اس عظیم الشان جلسے کی صدارت فرما رہے تھے، جلسہ سے پہلے بعد نماز عصر ایک خصوصی مجلس شوریٰ منعقد ہوئی، جس میں تمام علمائے کرام اور جماعت رضائے مصطفےٰ مقامی کے اراکین شریک تھے، اس خصوصی میٹنگ میں اس امر پر غور و خوض کیا گیا کہ اس سیاہ اور مہلک قانون سے بچنے کے لئے مسلمانوں کو کون سی تدابیر اور کیسے کرنے چاہیے۔

شب کو مسلمانان بریلی کا عام جلسہ منعقد ہوا جس میں ابتداً تلاوت قرآن پاک اور نعت و منقبت کے بعد حضرت مولانا معوان حسین رامپوری نے نہایت ہی زبردست پرمغز

اور ولولہ انگیز تقریر فرمائی، انھوں نے کھلے لفظوں میں اس سیاہ قانون کے مضمرات اور مضر اثرات ونقصانات سے آگاہ کیا اور اسے مسلم پرسنل لا میں صریح مداخلت قرار دیتے ہوئے اس سلسلے میں شریعت مطہرہ کے احکامات مسلمانوں کے سامنے رکھے۔

ان کے بعد حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب قبلہ مارہروی کی تقریر پرتنویر ہوئی، آپ نے فاضل رامپوری کی تقریر کے ہر ہر حرف کی تائید فرمائی اور مسلمانوں سے اس قانون کے خلاف کمر بستہ ہونے کی زوردار اپیل کی، آپ کے بعد صدر الافاضل حضرت علامہ نعیم الدین صاحب مرادآبادی اوران کے بعد جناب نواب وحید احمد خاں صاحب (ایم اے، ایل ایل بی) نے نہایت اثر انگیز تقریر فرمائی۔

اس عظیم الشان احتجاجی جلسے میں علمائے کرام نے عام مسلمانوں کی رائے سے حسب ذیل تجاویز پاس کیں:

(۱) مسلمان بریلی کا یہ عظیم الشان جلسہ ''شاردا ایکٹ'' کو شریعت حقہ اسلامیہ میں صریح مداخلت اور حقوق شرعیہ کا اتلاف اور مسلمانوں کی معاشرتی واقتصادی زندگی کے لئے سخت مضر اور ناقابل برداشت پابندی سمجھتا ہے۔

(۲) یہ جلسہ گورمنٹ کو ملکۂ وکٹوریہ کا اعلان عدم مداخلت فی الدین جس کی توثیق وتائید متعدد بار ہوچکی ہے یاد دلاتا ہے اور وائسرائے ہند سے پرزور اپیل کرتا ہے کہ وہ اس اعلان کی پابندی کرتے ہوئے اس ایکٹ کو منسوخ کریں یا کم ازکم مسلمانوں کو اس سے مستثنیٰ کریں۔

(۳) جن چند ناعاقبت اندیش اور شریعت سے ناواقف مسلمانوں نے اس کی تائید کی ہے، یہ جلسہ ان کے اس عمل پر اظہار نفرت وحقارت کرتا ہے۔

(۴) یہ جلسہ مسلمانان ہند سے پرزور اپیل کرتا ہے کہ وہ ہر جگہ عظیم الشان جلسہ منعقد کرکے اس ایکٹ کے خلاف صدائے احتجاج بلند کریں اور گورمنٹ کو یہ جتادیں کہ حقیقتاً وہ دین میں مداخلت کرکے مسلمانوں کے مذہبی احساسات کو پامال کررہی ہے۔

(۵) یہ جلسہ یہ تجویز کرتا ہے کہ وائسرائے ہند کو ایک تار ان تجاویز کے متعلق روانہ کیا جائے۔

(٦) یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ انگریزی وار دو اخبارات کو تحریکات بالا کی ایک ایک نقل روانہ کی جائے۔

اس طرح یہ عظیم الشان احتجاجی جلسہ بحسن وخوبی اور کامیاب اختتام پذیر ہوا۔

(دبدبۂ سکندری، ص۸، بابت ماہ اکتوبر ۱۹۲۹ء، نمبر ۲۰، جلد ٦٧)

مذکورہ سرگرمیاں حضور حجۃ الاسلام کی سیاسی بصیرت اور دینی غیرت وحمیت کی روشن دلیل ہیں، آپ نے اپنے اس برمحل اقدام سے مسلمانوں کے اندر دینی غیرت وحمیت کی ایک نئی روح پھونک دی اور حکومت کو صاف لفظوں میں یہ بتادیا ؎

باطل سے ڈرنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

٭٭٭

ص ۳۵/کا بقیہ...

کے لیے لحاظ سے جو تدابیر مناسب ہو علمائے کرام اسے عمل میں لائیں، اس کے علاوہ علمائے کرام اب ناز ونعم کو چھوڑ کر باہر آئیں اور اپنی عوام سے مخلصانہ رابطہ بنائیں اور وقتاً فوقتاً دینی اصلاحی مجلسیں منعقد کریں اوران کے عقائد واعمال کی اصلاح کرتے رہیں اور اپنے علم وعمل کے ذریعے اجتماعی اور انفرادی کوشش کرتے رہیں، خاص کر جس جگہ حالات بگڑ رہے ہوں، وہاں مخلصانہ انفرادی کوشش کو عمل میں لائیں اور لوگوں کو غیرت وحمیت کے ساتھ جینے کا باعزت طریقہ بتائیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کے دین وایمان کی حفاظت فرمائے اور اپنی رضا کے خاطر اپنے دین مبین کی خوب خوب خدمتیں لے، آمین یارب العالمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

❊ ❊ ❊

اداریہ

از: پیر محمد اجمل رضا قادری*

اللہ کی ذات پر توکل اور اس کی رحمت پر یقین

اسلامیات

اللہ کی ذات پر کامل بھروسہ اور اس کی رحمت پر مکمل یقین ایک بندۂ مومن کے لئے ذریعۂ نجات اور اس کی فلاح وصلاح کی ضمانت ہے، چنانچہ اس کے تعلق سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید برہانِ رشید میں ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًاۙ وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا۔ یعنی اے محبوب ﷺ ہم نے آپ کو گواہ بنایا ہے، خوش خبری دینے والا بنایا ہے اور ڈر سنانے والا بنایا ہے اور آپ کو اللہ کی طرف دعوت دینے والا بنا کے بھیجا ہے، اس کے حکم کے ساتھ اس کے اذن کے ساتھ اور چمکتا ہوا آفتاب بنا کے بھیجا ہے۔''

(سورۂ احزاب، آیت ۴۶۔۴۵)

اے محبوب ﷺ آپ کو اللہ کی جانب دعوت دینے والا بنا کے بھیجا گیا ہے، نبی پاک ﷺ نے ہمیں اللہ کی جانب دعوت دی، عقیدوں کے اندر، نظریات کے اندر، افکار کے اندر، سوچوں کے اندر جو کمزوریاں ہیں، ان سب کو نبی پاک ﷺ نے دور فرمایا، ہمیں رسولِ کائنات ﷺ نے فکری طور پر، ذہنی طور پر، قلبی طور پر مضبوط کیا، انسان جب تک اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ذہنی طور پر، روحانی اور قلبی طور پر وابستہ نہیں ہوتا، اتنی دیر تک وہ کمزور رہتا ہے اور جب وہ رب کے رسول سے وابستہ ہو جاتا ہے، اس کا عقیدہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ذات پر مضبوط ہو جاتا ہے، پھر وہ ذہنی طور پر، فکری طور پر مضبوط ہو جاتا ہے۔

نبی پاک ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے جو بنیادی مسئلہ تھا وہ یہ تھا کہ کفارِ مکہ وقریش بہت سارے بتوں کی پوجا کرتے تھے، تو جو نظریاتی کمزوریاں تھیں، جو فکری فقدان تھا، وہ ان کے اندر بہت زیادہ تھا، حج کر کے آتے تھے تو اوہام پرستی کا شکار تھے، حج کر کے آئے ہیں تو دروازے سے داخل نہیں ہوں گے، اوپر سے کود کر کے آئیں گے، کپڑے اتار کا معاذ اللہ بیت اللہ شریف کا طواف کرتے، قربانیاں کرتے تو ان کا خون کعبہ کی دیواروں کے ساتھ ملتے، مصر کے اندر یہ رسم پائی جاتی تھی کہ وہ سال کے بعد ایک لڑکی کو ذبح کر کے دریا میں ڈالتے تھے، تب دریا چلنا شروع ہوتا تھا، یہ انھوں نے نظریہ بنالیا تھا کہ ایسا ہوگا تبھی معاملہ آگے بڑھے گا۔

نبی پاک ﷺ نے ان سب لوگوں کو اللہ کی جانب دعوت دی، حضور علیہ السلام نے فرمایا، میں تمہارے سامنے جو تعلیمات لے کے آیا ہوں، ان میں کوئی اوہام پرستی نہیں، اس میں توہمات کا کوئی تذکرہ نہیں، ایک مضبوط دین، اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات پر بھروسہ، اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت سے امید، ان سب چیزوں کو رسولِ پاک ﷺ نے لوگوں کے ذہنوں تک اتارا، جب تک انسان کا بھروسہ عام انسانوں سے وابستہ رہتا ہے، دنیا داروں سے وابستہ رہتا ہے، پیسوں سے وابستہ رہتا ہے، دنیاوی معاملات کے ساتھ وابستہ رہتا ہے تو وہ کمزور ہوتا جاتا ہے دن بہ دن اور رسولِ پاک ﷺ "دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ" ہیں تو حضور ﷺ نے ہمیں یہ سوچیں دی ہیں کہ تم اپنے آپ کو اللہ رسول سے وابستہ کرو پھر یہ جو کمزوری ہے یہ ہمارے دل سے نکل جائے گی۔

ہم دیکھتے ہیں کہ آج بہت سارے لوگ ایسے ہیں جو مایوسی کی گفتگو کرتے ہیں، اگر غریب ہو گئے ہیں تو تب بھی ان کے جملوں میں معاذ اللہ مایوسی ہے، کہیں بیمار ہو گئے تو پھر وہ گھبرائے گھبرائے سے ہیں، وہم کا شکار ہیں، اگر کسی جگہ کوئی آزمائش ان پر آ گئی ہے تو بھی مختلف توہمات کا وہ شکار ہو جاتے ہیں۔

* مضمون نگار تحریک اصلاح معاشرہ کے بانی ہیں۔

اگر توجہ اللہ رسول ﷺ کی جانب ہو اور وہ سوچیں جو رسولِ پاک ﷺ نے ہمیں دی ہیں، ان پر توجہ ہو تو پھر انسان کسی وہم کا شکار نہیں ہوتا، پھر وہ مضبوط زندگی گزارتا ہے اور مضبوطی کے ساتھ آگے بڑھتا ہے چونکہ اس کو سمجھ آ گئی ہے کہ میرا خالق اللہ ہے، رازق اللہ ہے، پیدا کرنے والا اللہ ہے اور میرے تمام معاملات کا محافظ بھی میرا اللہ ہے، پھر وہ کمزور نہیں پڑتا، پھر وہ زیادہ امیدیں لوگوں سے وابستہ نہیں کرتا، پھر اس کی امیدیں اللہ سے اور اللہ والوں سے، پھر وہ اللہ رسول کی بارگاہ میں اپنے آپ کو پیش کر دیتا ہے۔

حدیث مبارکہ، ترمذی شریف میں موجود ہے، راوی حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، ذرا حضور ﷺ کے تربیت کرنے کا انداز دیکھئے گا، حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر جان کو پیدا فرمایا، تو تین چیزیں رب کریم نے لکھ دیں، اس کے لیے، اس کا رزق کتنا ہے، یہ بھی رب نے لکھ دیا، عمر کتنی ہے یہ بھی رب نے لکھ دیا اور اس پر جو مشکلات آئیں گی، وہ بھی اللہ نے لکھ دیں۔

اس کی حکمت کے تقاضوں کے تحت جو مشکلات آئیں گی، انسان کے گناہوں کی معافی کا سبب بنیں گی، نیک ہے تو درجات کی بلندی کا سبب بنیں گی، تو جو مشکلات اس کی طرف آئیں گی، جو مصیبتیں، بیماریاں، تنگ دستیاں، وہ سب اللہ تبارک وتعالیٰ کی حکمت کے تقاضوں کے تحت آئیں گی۔

ایک بات اب ذرا صوفیا کہتے ہیں، وہ بھی سمجھنے والی ہے، وہ کہتے ہیں کہ اصل بات یہ ہے کہ جس رب کی طرف سے تُو کرم قبول کرتا ہے، اس کی طرف سے آزمائش بھی قبول کر، وہ کریم جو تیرے اوپر رحمت کے دروازے کھولتا ہے، کبھی اپنی حکمت کے تقاضوں کے تحت تجھے کسی مشکل میں ڈالے، تو اسے بھی تھوڑا سا قبول کر، ایسا نہ ہو کہ میٹھا آئے، تو فٹافٹ تو قریب کرے اور اگر تھوڑا سا تجھے کوئی ترش رویّے سے، ترش جگہ سے گزرنا پڑے، تو پھر تو گھبرا جائے، اپنے مالک کے سپرد جب اپنے آپ کو کردے گا پھر تیری طبیعت سکون میں آجائے گی تیرا قلب ٹھنڈک میں آجائے گا۔

محمود غزنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مالٹا کھا رہے تھے، ایک ٹکڑا اس کا، اپنے ہاتھ سے نکال کر کے عیاض کو کھانے کے لیے دی، عیاض فٹافٹ کھا گیا، بعد میں ایک ٹکڑا محمود نے اپنے منھ میں ڈالا تو بڑا کڑوا محسوس ہوا، تو اس نے اس کو تھوک دیا اور عیاض کی طرف دیکھ کے کہنے لگا، بہت ترش تھا، بہت کڑوا تھا، کس طرح تم کھا گئے؟ اللہ اکبر! تو عیاض نے جو بات کی وہ ہمیں سمجھاتی ہے کہ بندے کا رشتہ کس طرح کا ہونا چاہئے، عیاض کہنے لگا، آقا! ساری زندگی تیرے ہاتھوں سے میٹھے کھائے ہیں، آج ایک کڑوا آیا تھا تو میں اگر اسے تھوک دیتا، یہ کوئی آئینۂ وفاداری تو نہیں نہ ہوئی۔

انسان کو اللہ کی طرف سے نعمتیں آتی جائیں، رحمتیں آتی جائیں، تندرستیاں آتی جائیں لیکن کسی جگہ ذرا کمزوری دیکھنی پڑے، تو انسان اس جگہ ٹھہر جائے، اس جگہ وہ گھبرا جائے، وہم کا شکار ہو جائے، پتہ نہیں کیا ہو جائے گا، ان چکروں میں پڑ جائے، یہ بات درست نہیں ہے۔

اب یہ کہ ہم کیا کرتے ہیں، ہم نے اپنی ساری توجہات کا مرکز دنیا والوں کو بنا لیا ہے، دنیا والوں کو کیسے راضی کرنا ہے، لوگوں کے ساتھ اپنے تعلقات کو کس طرح کر کے مضبوط کرنا ہے، بس اسی میں ہمارے صبح وشام گزر جاتے ہیں۔

تین چار جگہوں پہ دعوت مل گئی، ایک دن میں ایک جگہ ولیمے پہ جانا تھا، وہاں خود چلے گئے، ایک جگہ ایصالِ ثواب کی تقریب تھی تو وہاں بیٹے کو بھیجا اور ایک جگہ اور کسی معاملے میں دعوت تھی تو وہاں فون کر کے معذرت کر لی، کسی طریقے سے لوگ راضی رہیں پھر کیا ہوتا ہے، پھر انسان کو یوں محسوس ہوتا ہے کہ اسے فٹ بال بنا لیا گیا ہے۔

آپ لوگوں کی توقعات پہ کتنا پورا اتریں گے؟ بس صاحب اپنے ضمیر سے پوچھیں کہ ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ اخلاص رکھتے ہیں؟ ہمارا دل اس پر مطمئن ہے جو کام ہم کر رہے ہیں؟ جو سفر ہم نے شروع کیا ہوا ہے وہ رب کی رحمت کی طرف

ٹھیک بڑھ رہا ہے؟

باقی یہ کہ لوگوں کو راضی کرنے کی کوشش میں رہنا اور لوگوں پر توجہ رکھنا اور لوگوں کے معاملات ہر وقت دیکھتے رہنا، یہ چیز انسان کو کمزور بھی کر دیتی ہے اور بعض اوقات اسے لوگوں کے سامنے رسوا بھی کر دیتی ہے۔

حضرت سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود تھے تو رسولِ پاک ﷺ نے انہیں نصیحت فرمائی، اپنے چچا کے بیٹے حضرت عبد اللہ ابن عباس کو نصیحت فرمائی، فرمایا یقین رکھو، اے عبد اللہ ابن عباس! کہ اگر ساری دنیا متفق ہو جائے، تمہیں نفع پہنچانے میں، تو تمہیں نفع پہنچا نہیں سکتی مگر وہ جو تمہارے لیے تمہارے رب نے لکھ دیا ہے اور فرمایا اگر ساری امت متفق ہو جائے کچھ نقصان پہنچانے میں، تو نقصان پہنچا نہیں سکتے مگر یہ کہ جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، نہ تمہارا کوئی نفع کر سکتا ہے نہ تمہارا کوئی نقصان کر سکتا ہے، ہوگا وہ جو اللہ کی مشیعت کا تقاضہ ہوگا، خدا کی رحمت کا تقاضہ ہوگا۔

تو اب کرنے کا کام تو یہ ہے کہ ساری توجہات کا مرکز اللہ اور رسول ﷺ کو بنایا جائے، آپ دیکھئے، صحابہ کرام علیہم الرضوان کو رسولِ پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی مقدس زبانِ نور پر کس قدر زیادہ یقینِ کامل حاصل ہے، کہ سید عالم ﷺ ۳۱۳ رسے کہتے ہیں کہ چلو جہاد کے لیے، تو وہ نکل پڑتے ہیں، ہزار سے مقابلہ کرنا ہے تو وہ تیار نظر آتے ہیں، حضور علیہ السلام کہتے ہیں خندق میں چلو تو وہ تیار نظر آتے ہیں، حضور ﷺ جو وعدہ ان کے ساتھ کرتے ہیں تو وہ من وعن اس وعدے پر توجہ کرتے ہیں تو میرے عزیز یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ اگر ہمارا بھروسہ اللہ رسول پہ مضبوط ہو جائے، وہ وعدے جو ہمارے ساتھ ہمارے نبی پاک ﷺ نے فرمائے ہیں کہ سچ بولو گے تو نجات پا جاؤ گے، وہ جو نبی پاک ﷺ نے ہمیں فرمایا کہ دو چیزوں کی تم مجھے ضمانت دو، میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں، یا رسول اللہ ﷺ کون سی؟ فرمایا، ایک دو جبڑوں کے درمیان جو تمہاری زبان ہے اس کی مجھے ضمانت دے دو اور ایک تمہاری دو ٹانگوں کے بیچ جو شرمگاہ ہے، مجھے اس کی ضمانت دے دو، میں تمہیں جنت کی ضمانت دے دیتا ہوں۔

تو وہ ساری چیزیں جو رسولِ کریم ﷺ نے ہمارے لیے رکھی ہیں، ہمیں ان چیزوں پر توجہ کرنی ہے، ہمیں غور کرنا ہے کہ یہ وعدے جو اللہ رسول ﷺ نے ہمارے ساتھ کئے ہیں، یہ سب سے زیادہ مضبوط ہیں۔

آپ یقین کریں، جن لوگوں کی توجہ اس طرف ہو جاتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ بڑا کریم ہے، اللہ بڑا مہربان ہے، اللہ بڑا کرم کرنے والا ہے، تو پھر خدا بھی ان پر بڑی ہی رحمت فرماتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ بھی ان کے لیے بڑی ہی آسانیاں کرتا ہے، اس لیے ہمارے بزرگوں نے لکھا ہے کہ اپنے رب کے ساتھ حسنِ ظن رکھنا واجب ہے، ضروری ہے کہ تم اللہ کے ساتھ اچھا گمان رکھو۔

امام غزالی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے حدیث لکھی ہے، ایک اعرابی نبی پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عجیب بات کی، عرض کی یا رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن حساب کون لے گا؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا، حساب تو میرا رب کریم لے گا، تو وہ شخص مسکرایا، حضور ﷺ نے فرمایا، کیوں مسکراتے ہو؟ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ جب کریم غالب آتا ہے تو وہ کرم ہی کرتا ہے، وہ کرم ہی کرے گا، وہ فضل ہی فرمائے گا، تو نبی پاک ﷺ نے کیا فرمایا کہ یہ اعرابی بڑا فقیہ ہے، بڑا دانش مند ہے، یہ سادہ بندہ بڑی اعلیٰ بات کر گیا، اس لیے کہ اس کی امید اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔

مسند امام احمد بن حنبل میں حدیث ہے، نبی پاک ﷺ فرماتے ہیں، رب فرماتا ہے کہ اگر میرا بندہ زمین بھر گناہ لے کے میری بارگاہ میں آئے، لیکن وہ آئے اور استغفار کرے اور اس امید پر استغفار کرے کہ رب مجھے معاف کر دے گا، سچے دل سے توبہ کرے، تو حضور ﷺ فرماتے ہیں، رب اس بندے کو معاف فرما دیتا ہے، اگر اس کی امیدیں اپنے رب کے ساتھ ہوں، ہم نے ہوں کیا ہے کہ کمزوری دکھانی شروع کر دی ہے اور پھر کچھ معاشرے میں لوگ بھی ہیں، یہ کچھ جادو کا بتانے والے لوگ آ گ ئے ہیں جو ہر شخص کو کہتے ہیں کہ تجھے تو جادو ہو گیا

ہے، یہ ہر شخص کو یہ بات بتاتے ہیں کہ تیرے اوپر تو آسیب کا اثر ہے، ان لوگوں نے بھی لوگوں کو کمزور کر دیا ہے، کچھ ایسے لوگ ہیں جو معاشرے کے اندر کہتے پھرتے ہیں، بھئی سب دنیا کا چکر ہے، سب دولت کا معاملہ ہے، جس کی لاٹھی اس کی بھینس، یہاں کچھ بھی نہیں ہوسکتا، انھوں نے بھی لوگوں کو کمزور کر دیا ہے۔

اپنے عقیدوں کو مضبوط رکھیں، اللہ رسول ﷺ کے ساتھ اپنے بھروسے کو مضبوط کریں، دیکھیں حضور ﷺ ہماری تربیت کرتے ہیں، فرمایا، اگر تم رب پہ بھروسہ کرو گے، رب تعالیٰ پہ بھروسہ کر کے نکلو گے، تو اللہ تمہیں اسی طرح رزق عطا فرمائے گا جس طرح رب پرندوں کو رزق عطا فرماتا ہے، وہ صبح بھوکے نکلتے ہیں لیکن شام کو لوٹتے ہیں تو اللہ انہیں پیٹ بھر کے روزی عطا کرتا ہے، کیوں؟ اس لئے کہ ان کا بھروسہ مضبوط ہے، ان کا اپنے رب پہ توکل مضبوط ہے۔

رسولِ کائنات ﷺ نے ہمیں ہمارے رب کی جانب دعوت دی، حضور ﷺ نے ہمیں اللہ پہ بھروسہ کرنا سکھایا، رسولِ پاک ﷺ نے ہمیں کہا کہ دنیا میں مسافروں کی طرح وقت گزار کے آجانا، جنت میں رب نے تمہارے لیے وہ نعمتیں تیار کی ہیں، نہ کسی آنکھ نے دیکھی، نہ کسی کان نے سنی، نہ تمہارے دل پر خیال ہی گزرا ہوگا کہ اللہ یہ شانیں عطا فرمائے گا۔

اب ان کا بھروسہ ہو گیا، تھا صحابہ کا، حضور کے غلاموں کا، تو انھوں نے پھر کوئی جائدادیں نہیں بنائیں، انہوں نے پھر دنیا میں میں کوئی محل تیار نہیں کئے، کیونکہ ذہن بن گیا تھا کہ جو رسولِ کریم علیہ السلام نے وعدے فرمائے ہیں، وہ وعدے ہمارے لیے بڑے معیاری ہیں، وہ وعدے ہمارے لیے بڑے خوب صورت ہیں، ان وعدوں سے ہمیں بڑا کچھ ملے گا، اس لیے اپنی زندگی کے اندر ان چیزوں کو پیدا کرنا، ان چیزوں پر توجہ کرنا، اللہ کی جانب بھروسہ کرنا بڑا ضروری ہے۔

دعا ہے کہ مالکِ کریم ہمیں رسولِ کریم صل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کی توفیق دے اور اللہ تعالیٰ ہماری آنے والی نسلوں کی امیدوں کو اپنی بارگاہ پر مضبوط کرے، یقینِ کامل کی دولت عطا کرے، توکل کی نعمت عطا فرمائے، آمین۔

❊ ❊ ❊

ص ۱۷ / کا بقیہ.....................................

فرمایا ہے:

یعنی (اے پیغمبر) یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لئے نرم دل واقع ہوئے ہو ورنہ اگر تم تندخو اور سخت دل ہوتے تو یہ سب تمہارے گرد و پیش سے چھٹ جاتے، ان کے قصور معاف کر دو، ان کے حق میں دعائے مغفرت کرو۔''

(سورۂ آل عمران، آیت 159)

جس طرح ہمارے آقا ﷺ کی پہچان رحمت ہے اسی طرح امت محمدی کی پہچان بھی رحمت ہونی چاہئے، مسلمان اپنے فیملی کے لئے، اپنے محلہ اور سماج کے لئے اپنے ملک اور انسانوں کے لئے رحمت بننے کی کوشش کریں، اس وقت ایسے حالات پیدا ہو گئے ہیں کہ مسلمانوں کو زحمت سمجھا جاتا ہے، ان کو ظلم وتشدد سے جوڑا جا رہا ہے، مسلم نوجوانوں میں صبر وتحمل اور رواداری کا جذبہ کم ہو رہا ہے، ان کو اپنے رسول کی سیرت کو Role Model ماننا چاہئے، اپنانا چاہئے۔ ہم مسلمانوں کو اپنا کردار ادا کرنا ہوگا، اپنی شخصیت کو رحمت بنانی ہوگی، اپنے کردار سے رحمت کا ثبوت دینا ہوگا اور اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کی بجائے رسول کی رحمت بھری سیرت کو اپنانا ہوگا، ہم تمام امتیوں کو اپنے آقا ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے حسن اور اخلاق اور عفو و درگزر کو اختیار کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین، ثم آمین۔ ؎

دشمنوں کے لئے ہدایت کی
تجھ سے کرتا ہوں التجا یا رب

❊ ❊ ❊

ص ۳۹ / کا بقیہ.....................................

نفرت، اتنا کد اور اتنا حسد کیوں ہے؟ ورنہ ہم کہیں گے کہ ؎

سورج سے ہے پھیلا ہوا ہر سمت اجالا
پھر بھی کسی اندھے کو دکھائی نہیں دیتا

❊ ❊ ❊

اسلامیات

دشمنوں کے لئے ہدایت کی تجھ سے کرتا ہوں التجا یارب

(از: حافظ محمد ہاشم قادری صدیقی *

اسلامیات

دعا کی بے پناہ اہمیت ہے، قرآن و احادیث میں اس کے احکام واضح طور پر موجود ہیں، دعا خدا اور بندے کے درمیان سب سے مضبوط اور نزدیکی تعلق ہے، قرآن مجید میں ہے: میں اپنے بندے سے بہت ہی نزدیک ہوں، اس کی رگِ جاں سے بھی قریب ہوں، دعا مانگنے کا حکم بار بار آیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ میں دعا مانگنے والوں کی دعا قبول کرتا ہوں، جب وہ مجھے پکارے۔''

(سورۂ بقرہ 2/آیت 186)

اور فرماتا ہے:

''وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ۔ (سورہ مومن 40، آیت 59) جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب جہنم میں جائیں گے ذلیل ہو کر۔''

یہاں عبادت سے مراد دعا ہے، اس آیت کریمہ میں اکثر مفسرین نے ''عبادت'' کو ''دعا'' سے تعبیر کی ہے، حدیث پاک میں بھی دعا کو عبادت بلکہ عبادت کا مغز قرار دیا گیا ہے۔

''اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ اور اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ۔''

(مسند احمد جلد 4/صفحہ 271۔ مشکوٰۃ الدعوات)

اس آیت میں ایسی رہنمائی دی جا رہی ہے جسے اختیار کر کے دنیا و آخرت کی سعادتوں سے ہمکنار ہو سکے، دوسرے مذاہب میں بھی دعا کی ترغیب دی گئی ہے اور دعائیہ الفاظ بھی ان کی مذہبی کتابوں میں موجود ہیں، لیکن مذہب اسلام کے بنیادی عقیدۂ توحید سے ان کا دور دور تک تعلق نہیں ہے، اسلام میں عقیدۂ توحید پر قائم رہتے ہوئے اللہ رب العزت سے ہی اپنی بے بسی اور اپنی ضرورتوں کی التجا کا حکم ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے بھی اسی کی تعلیم دی اور خود عمل کر کے دکھایا، جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی رحمت ﷺ فرماتے ہیں:

''کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جو تمہیں تمہارے دشمن سے نجات دے اور تمہارے رزق کو وسیع کر دے، رات دن اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہو کہ دعا سلاح (ہتھیار) مومن ہے۔''

دعا سبھی مانگتے ہیں، سب اپنے لئے، اپنوں کے لئے مانگتے ہیں، ایسا حکم بھی ہے، اللہ کے رسول نے طریقہ بتایا اور فرمایا:

''پہلے اپنے نفس کے لئے پھر اپنوں کے لئے پھر دوسروں کے لئے دعا مانگو۔'' (مفہوماً)

دنیا میں جتنے جلیل القدر انبیاء کرام گزرے ہیں انہوں نے عقیدۂ توحید کی دعوت دی اور اللہ کے دین کی طرف انسانوں کو بلایا، جن قوموں نے اپنے نبی کو جھٹلایا، ان کو ستایا اور ان کی دعوت کو ٹھکرایا تو ان کے رسولوں نے ان کے لئے بددعا کی اور اللہ نے بددعا قبول فرماتے ہوئے ان قوموں کو برباد اور ہلاک کر دیا، حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے جب ان کو جھٹلایا اور ستایا تو حضرت نوح علیہ السلام نے اس طرح بددعا کی:

''وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا ۔ اِنَّكَ تَذَرْ هُمْ یُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا یَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِراً کَفَّارًا۔ (سورۂ نوح 71/آیت 26-27) یعنی نوح نے کہا اے میرے رب ان کافروں میں سے کوئی زمین پر بسنے والا نہ چھوڑ۔ اگر تو نے ان کو چھوڑ دیا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور ان کی نسل سے جو بھی پیدا ہوگا بدکار اور سخت کافر ناشکرا ہی ہوگا۔''

اسی طرح حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام

* مضمون نگار مسجد ہاجرہ رضویہ، اسلام پور جمشید پور کے امام و خطیب ہیں۔

نے اپنی قوم کی گمراہی اور ڈھٹائی پر بددعا کی اور وہ قومیں ہلاک ہوئیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کی قوم کے خلاف جو بددعا کی اس کا بیان کلامِ الٰہی میں اس طرح موجود ہے:

''وَقَالَ مُوْسٰی رَبَّنَآ اٰتَیْتَ فِرْعَوْنَ وَ مَلَاَهٗ زِیْنَةً وَّ اَمْوَالًا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا رَبَّنَا لِیُضِلُّوْا عَنْ سَبِیْلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤى اَمْوَالِهِمْ وَشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْا حَتّٰى یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ۔ (سورۂ یونس 10/آیت نمبر 88) یعنی موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اے ہمارے رب تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں زینت اور مال و دولت سے نواز رکھا ہے، اے رب ان کے مال برباد کردے اور ان کے دلوں پر ایسی مہر کردے کہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔''

اللہ تعالیٰ نے ان کی بددعا قبول فرمائی کہ ان کے دلوں میں ایمان قبول کرنے کی گنجائش ہی نہ رہی، جسے مہر لگ جانا کہا جاتا ہے، معلوم ہوا دل کی سختی بھی بڑا عذاب ہے، اس سے اللہ بچائے، اس کی پہچان یہ ہے کہ آنکھ سے آنسو نہ بہے، دل اچھوں کی طرف مائل نہ ہو، چنانچہ جیسا حضرت موسیٰ نے دعا فرمائی ایسا ہی ہوا کہ فرعونیوں کے درہم و دینار، پھل اور کھانے کی چیزیں پتھر ہوگئیں اور انہیں ایمان کی توفیق نہ ملی، ڈوبتے وقت ایمان لائے قبول نہ ہوا، موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی ہارون علیہ السلام نے آمین کہا تھا۔

نبی رحمت ﷺ نے دشمنوں کے لئے دعا مانگی، ان کی ہدایت کی دعا مانگی، یہ بڑے دل وجگر کا کام ہے، زیادہ تر لوگ دشمنوں کے لئے بددعا ہی کرتے ہیں لیکن قربان جائیے رب کریم کی شان رب العالمین پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنا تعارف رب العالمین کی حیثیت سے کرایا ہے، سورۃ الفاتحہ کی ابتدا الحمد للہ رب العالمین سے ہوتی ہے، رب العالمین کا مطلب ہے سارے جہان کا پالنے والا اور پرورش کرنے والا، اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول محمد ﷺ کا تعارف رحمت اللعالمین سے کرایا، یعنی سارے جہان کے لئے رحمت، رب فرمارہا ہے:

''وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ (سورۂ انبیاء، آیت 107) اے نبی، ہم نے تو تم کو دنیا والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

نبی اپنے معاشرے کے لئے رحمت ہوتے ہیں، جب قوم رحمت قبول نہیں کرتی تو ہلاکت اس کا مقدر بن جاتی ہے مگر اللہ کے آخری رسول محمد ﷺ کی شان دوسرے انبیا سے الگ ہے، کفار نے آپ کو بھی جھٹلایا، آپ کی مخالفت کی، آپ کو انتہائی اذیت دی بلکہ آپ کے قتل کا منصوبہ بنایا مگر نبی رحمت ﷺ نے ان کے لئے بددعا نہ کی، ہدایت کی دعا کی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

''قیل یا رسول اللہ ادع علی المشرکین قال انی لم ابعث لعانا و انما بعثت رحمہ۔ (مسلم) یعنی صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مشرکوں پر بددعا کیجئے، نبی رحمت نے فرمایا: میں لعنت کرنے کے لئے نہیں بھیجا گیا ہوں، میں تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہو۔''

احادیث میں دشمنوں کے لئے دعا مانگنے کا ذکر صراحت کے ساتھ موجود ہے، حضور نبی اکرم ﷺ کو کفار نے جتنی تکلیف پہنچائی، جتنی مخالفت کی سیرت کی کتابوں میں موجود ہے۔

طائف کے ہر قابلِ ذکر شخص سے حضور ﷺ نے ملاقات کی اور انہیں اللہ کی وحدانیت اور دین اسلام کو قبول کرنے کی دعوت دی، کسی نے شائستگی سے جواب دینے کی زحمت گوارہ نہ کی، انتہائی ڈھٹائی سے دعوت توحید کو مسترد کردیا اور اس سے بھی زیادہ رذالت کا انہوں نے یوں مظاہرہ کیا، کہنے لگے:

''یَا مُحَمَّدُ اُخْرُجْ مِنْ بَلَدِنَا۔ یعنی ہمارے شہر سے نکل جاؤ۔''

ہمیں اندیشہ ہے کہ تم ہمارے نوجوانوں کو اپنی باتوں سے بگاڑ دوگے، انہوں نے شہر کے اوباش نوجوانوں کو نبی رحمت ﷺ کے پیچھے لگادیا، وہ جلوس کی شکل میں اکٹھے ہوگئے اور حضور کا پیچھا کرنا شروع کردیا، آوازے کستے، پھبتیاں اڑاتے، دشنام طرازی (گالی گلوج) کرتے، اپنے بتوں کے نعرے لگاتے ہوئے حضور ﷺ پر پتھر برسانا شروع کردیا، رحمت اللعالمین

اسلامیات

ﷺ کے بابرکت قدموں کو اپنے پتھروں کا نشانہ بناتے۔ چلتے ہوئے آپ ﷺ جو پاؤں زمین پر رکھتے ٹھک سے پتھر اس پر آ لگتا، حضور اسے اٹھاتے اور دوسرا پاؤں زمین پر رکھتے تو وہ پاؤں بھی پتھروں کی زد میں آجاتا۔

یہاں تک کہ ان ظالموں کی سنگ باری سے آپ کے مبارک قدم زخمی ہوگئے اور خون بہنا شروع ہوگیا، ان کی سنگ باری جب شدت اختیار کرلیتی تو حضور درد کی شدت سے بیٹھ جاتے، وہ ظالم حضور کو بازوؤں سے پکڑتے اور کھڑا کردیتے، پھر پتھر برسانا شروع کردیتے اور ساتھ ہی قہقہے لگاتے، زید بن حارثہ بیکسی کے اس عالم میں اپنے آقا کو بچانے کے لئے آڑ بن جاتے، کئی پتھر ان کے سر پر لگے اور خون بہنے لگا۔

طائف کے ان بدبخت لوگوں نے اپنے اس معزز ومکرم مہمان کو اپنے یہاں سے اس طرح رخصت کیا، نبی رحمت ﷺ جب طائف شہر کے باہر پہنچے تو آپ کا دل ان کے ظالمانہ سلوک سے ازحد مغموم تھا، سارا جسم زخموں سے بھرا تھا، جسم مبارک سے خون بہہ رہا تھا، قریب ہی ایک باغ تھا، آپ ﷺ اس میں تشریف لے گئے اور انگور کی ایک بیل کے نیچے بیٹھ گئے، نبی رحمت ﷺ نے جو مناجات اس وقت اپنے رحیم وکریم رب کی بارگاہ میں کی اسے بار بار پڑھئے، غور کیجئے، شاید آپ ﷺ کی رفعتوں کا کچھ اندازہ ہوسکے، دیکھئے، پڑھئے سیرت کی کتابیں۔

(سبل الہدی، ج2/ص577)

علامہ ابن کثیر صحیحین کے حوالے سے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت نقل کی ہے:

''هَلْ اَتٰی عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ اَشَدَّ عَلَيْكَ مِنْ يَوْمِ اُحُدٍ؟ فَقَالَ لَقَدْ لَقِيْتُ مِنْ قَوْمِكِ وَكَانَ اَشَدُّ مَالَقِيْتُ يَوْمَ الْعُقْبَةِ۔ یعنی آپ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا، یارسول اللہ کیا احد کے دن سے بھی زیادہ تکلیف دہ دن حضور پر گزرا ہے؟ فرمایا تیری قوم کے ہاتھوں جو تکلیفیں مجھے یوم العقبہ کو پہنچیں وہ زیادہ سخت تھیں۔''

یعنی جس روز میں نے بنی ثقیف کے سرداروں عبد یالیل، سعود اور حبیب وغیرہ کو دعوت دی اور انہوں نے جو سلوک میرے ساتھ کیا وہ بڑا روح فرسا تھا، اس روز میں سخت غمگین و پریشان تھا، زخموں سے خون نکل رہا تھا، راستہ میں ایک جگہ بیٹھ گیا، میں نے سر اوپر اٹھایا تو میں نے دیکھا کہ ایک بادل کا ٹکڑا مجھ پر سایہ کئے ہوئے ہے، پھر میں نے غور سے دیکھا تو جبرئیل مجھے وہاں دکھائی دئے، انھوں نے بلند آواز سے مجھے پکارا اور کہا: اللہ تعالیٰ نے وہ گفتگو سن لی ہے اور آپ کے ساتھ قوم کا سلوک دیکھ لیا ہے، اللہ تعالیٰ نے ملک الجبال یعنی پہاڑوں کے فرشتہ کو آپ کے پاس بھیجا ہے، وہ آپ کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہے اور آپ کی خدمت میں گزارش پیش کی یارسول اللہ آپ حکم دیں تو ابھی کفار کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس دوں، رحمت مجسم ﷺ نے فرمایا:

''اَرْجُوْ اَنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ مِنْ اَصْلَابِهِمْ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ لَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا۔ یعنی میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسی اولاد پیدا کرے گا جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گی اور کسی کو اس کا شریک نہیں بنائیں گی۔''

(سبل الہدی، ج2/ص579-582)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہا تھا جس وقت وہ اللہ کے نبی (یعنی حضور اپنا) واقعہ بیان فرمارہے تھے کہ ان کی قوم نے ان کو مار مار کر لہولہان کردیا تھا وہ اپنے چہرے سے خون پوچھتے تھے اور کہتے تھے:

''اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِيْ اِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے وہ نادان ہے۔'' (بخاری، کتاب الانبیاء)

امام محمد یوسف الصالحی سبل الہدی میں امام احمد اور شیخین کے حوالے سے ایک روایت یوں نقل فرماتے ہیں: عکرمہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے پہاڑوں کے فرشتے! میں صبر کروں گا، شاید ان کی اولاد میں سے کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں جو لا الہ الا اللہ پر ایمان لائیں، حضور کی اس رحمت اور شفقت کو دیکھ کر ملک الجبال (پہاڑوں کا فرشتہ) یہ کہہ اٹھا، جس طرح آپ

کے رب نے آپ کا نام رکھا ہے بے شک آپ رؤوف ورحیم ہیں، رحمت کی یہ روشن سال انسانی تاریخ میں ڈھونڈنے سے نہیں ملے گی، یہی موقع ہوتا ہے جب نبی بددعا کرتے ہیں، ان کی بددعا قبول ہوتی ہے اور قوم ہلاک وبرباد ہوتی ہے، نبی رحمت ﷺ نے بددعا بھی نہیں کی اور ملک الجبال کی ہلاکت کی پیشکش کو ٹھکرادیا اور ہدایت کی دعا کی کیونکہ اللہ نے آپ کو رحمت اللعالمین بنا کر مبعوث فرمایا۔

سلام اس پر کہ جس نے خون پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اس پر کہ جن سے گالیاں سن کر دعائیں دیں

حضرت زبیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھرانے کی باندی تھیں مسلمان ہوگئیں تو ان کو کافروں نے اس قدر مارا کہ ان کی آنکھیں جاتی رہیں، حضور نے ان کے لئے دعا مانگی، خداوند تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کی دعا سے پھر ان کی آنکھوں میں روشنی عطا فرمادی تو مشرکین کہنے لگے یہ محمد (ﷺ) کے جادو کا اثر ہے۔ (زرقانی علی المواہب، ج1 رص270)

مدینہ میں انصار کے علاوہ بہت سے یہودی بھی آباد تھے، ان یہودیوں کے تین قبیلے بنوقینقاع، بنونظیر، قریظہ مدینہ کے اطراف میں آباد تھے اور نہایت مضبوط محلات و قلعے بنا کر رہتے تھے، ہجرت سے پہلے یہودیوں اور انصار میں ہمیشہ اختلاف رہتا تھا، چونکہ مدینہ کی آب وہوا اچھی نہ تھی، یہاں طرح طرح کی بیماریاں وبائیں پھیلتی رہتی تھیں، اس لئے کثرت سے لوگ بیمار ہوتے، مہاجرین بھی بیمار ہونے لگے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ شدید لرزہ بخار میں مبتلا ہوکر بیمار پڑ گئے اور بخار کی شدت میں یہ حضرات اپنے وطن مکہ کو یاد کرکے کفار مکہ پر لعنت بھیجتے تھے اور مکہ کی پہاڑیوں اور گھاسوں کے فراق میں اشعار پڑھتے تھے، حضور ﷺ نے لوگوں کی پریشانیوں کو دیکھ کر یہ دعا فرمائی کہ یا اللہ، ہمارے دلوں میں مدینہ کی ایسی محبت ڈال دے جیسی مکہ کی محبت ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ اور مدینہ کی آب وہوا کو صحت بخش بنادے اور مدینہ کے صاع اور مد، ناپ تول کے برتنوں میں خیر وبرکت عطا فرما اور مدینہ کے بخار کو جحفہ کی طرف منتقل فرمادے، آپ کی دعا سے مدینہ کے لوگوں کو آرام مل گیا۔ (مدارج النبوۃ، ج2 رص70)

آپ کی دعاؤں اور عفو ودرگزر کی مثالوں میں سے یہ ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لبید بن عاصم یہودی کو جس نے آپ پر جادو کیا تھا اور خیبر کی اس یہودن کو جس نے زہر آلود بکری کی ران آپ کو دی تھی، معاف فرمادیا اور دعا سے نوازا۔

(مدارج النبوۃ، ج اوّل، ص74)

آپ ﷺ کمال عفو ودرگزر فرمانے والے تھے، مطلب یہ کہ آپ نے اپنی ذات کے لئے کسی سے انتقام نہ لیا، جس نے آپ کے مال کو برباد کیا یا آپ کو برا کیا یا تکلیف پہنچائی، اسے معاف کردیا، آج مسلمانوں کا یہ شیوہ ہوگیا ہے کہ جب اسے کسی سے تکلیف پہنچتی ہے تو کہتا ہے (بلکہ کرتا ہے) میں اینٹ کا جواب پتھر سے دوں گا، افسوس صد افسوس! آوے کا آوا بگڑا ہوا ہے، جو اچھے اور نیک کہلاتے ہیں یہاں تک علما (چند کو چھوڑ کر) ذرا سی بات پر اپنے قریبی دوستوں، رشتے داروں کے لئے بددعا کرنے لگتے اور نقصان پہنچانے کے لئے اوراد ووظائف اور تعویذ کا استعمال کرنے لگتے ہیں، مگر نبی رحمت ﷺ کی سنت یہ ہے کہ آپ نے پتھر کھائے جواب میں پتھر نہیں برسائے، بلکہ ان کی ہدایت کی دعا کی اور آپ کی دعا قبول ہوئی، دنیا نے دیکھ لیا کہ طائف کی اگلی نسل نے رسول پاک کا کلمہ پڑھ لیا۔ کل طائف کے لوگ رسول اللہ کے دشمن تھے آج طائف کے لوگ رسول پاک کا کلمہ پڑھ رہے ہیں۔

آپ کی امت میں ہیں یہ کرشمہ تھا آپ کی رحمت بھری دعاؤں کا اور آپ کے رحمت اللعالمین ہونے کا، آپ ﷺ کی زندگی سراپا رحمت تھی، زحمت، تشدد، انتقام جیسی چیزیں آپ کے اندر نہ تھیں، یہی وجہ تھی کہ دشمن بھی آپ کا گرویدہ ہوجاتا تھا اور آپ کی رحمت بھری شخصیت سے متاثر ضرور ہوتا تھا اور آپ کو صادق الامین کے لقب سے پکارتا تھا اور اکثر کلمہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہوجاتا تھا، اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول کی اس صفت اور اس کے اثرات کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد بقیہ ص ۱۳۰ر پر

دوسری اور آخری قسط

(از: مولانا سید اولاد رسول قدسی*)

آقائے کائنات کے چند مشاہیر اجدادِ کرام

اسلامیات

گزشتہ سے پیوستہ

حضرت ہاشم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوسرے فرزند کا نام نفیلہ، تیسرے فرزند کا نام صفی اور چوتھے فرزند سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جدِّ امجد حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، یاد رہے کہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت باسعادت اور نشو ونما مدینہ منورہ میں اپنے نانا کے گھر ہوئی، جب آپ آٹھ سال کے ہوئے تو مکۃ المکرمۃ آ کر اپنے خاندان والوں کے ساتھ رہنے لگے۔ پچیس سال کی عمر میں حضرت ہاشم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور مقام غزہ میں جو ملک شام کے راستے میں واقع ہے مدفون ہوئے۔

واضح رہے کہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نامی اسم گرامی شیبہ ہے، اس نام کی وجہ تسمیہ یوں بیان کی گئی ہے کہ چونکہ آپ کی ولادت باسعادت کے وقت آپ کے سر میں سفید بال تھے اس مناسبت سے آپ کا نام شیبہ رکھ دیا گیا، آپ کے نام عبدالمطلب رکھے جانے کے سلسلے میں محدث علی الاطلاق شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے کئی وجوہات بیان فرمائی ہیں۔

ایک وجہ تو یہ ہے کہ آپ کی ولادت کے بعد جب آپ کے چچا مطلب مدینہ منورہ آئے اور حسن و جمال کے پیکر بچے کو دیکھ کر لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ حسین بچہ کس کا ہے یہ تو ہمارے خاندان کا ہی چشم و چراغ لگتا ہے اور اس کے نازک بدن کی ساخت اور اس کے اعضا کے نقش و نگار بہت حد تک ہم سے مشابہ ہیں تو لوگوں نے بتایا کہ آپ کا قیاس سو فیصد صحیح ہے کیوں کہ یہ بچہ کوئی اور نہیں بلکہ آپ کے برادر اکبر جناب ہاشم کا نورِ نظر اور لختِ جگر ہے اور آپ کا بھتیجہ ہے، اتنا سنتے ہی مطلب کے چہرے پہ مسرت و شادمانی کی کلیاں مسکرانے لگیں اور انہوں نے فرطِ محبت میں اپنے حسین و جمیل بھتیجے کو گود میں اُٹھالیا اور اپنے اونٹ میں بٹھا کر چلنے لگے تو اثنائے راہ لوگوں نے پوچھا کہ یہ بچہ کون ہے؟ جسے آپ نے اپنے ساتھ اونٹ پہ بٹھا رکھا ہے تو آپ نے جواب دیا کہ یہ میرا عبد ہے، اس طرح آپ کا نام عبدالمطلب مشہور ہو گیا، حضرت محدث علی الاطلاق شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے روضۃ الاحبار کے حوالے سے دوسری وجہ یہ بتائی کہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد گرامی کی دنیائے فانی سے رحلت کے بعد چونکہ جناب مطلب نے آپ کی پرورش کی اور عرب کے دستور کے مطابق جس کی پرورش کی جاتی تھی، اسے عبد کہا جاتا تھا تو اس تناظر میں آپ کو عبدالمطلب نام سے پکارا جانے لگا۔

زرقانی علی المواہب کی جلد اوّل میں بڑی صراحت و استناد کے ساتھ درج ہے کہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مقدس پیشانی میں سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نورِ نبوت اس قدر درخشاں و تاباں تھا کہ جو بھی آپ کو دیکھتا اس کی آنکھیں خیرہ ہو جاتیں، چنانچہ ایک مرتبہ آپ خانہ کعبہ کے کسی گوشے میں محو استراحت تھے، جب آپ بیدار ہوئے تو یہ دیکھ کر لوگوں کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ آپ کے جسم مقدس پر بے حد قیمتی زرق برق لباس تھا اور آپ کی آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا تھا اور مزید برآں آپ کے سر کے بالوں سے تیل کی بوندیں ٹپک رہی تھیں۔

اس وقت آپ کا حسن و جمال اس قدر دوبالا نظر آ رہا تھا کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں ٹھہر نہیں پا رہی تھیں، سارے کے سارے ایک دوسرے سے سرگوشی کرنے لگے کہ اخیر اس جوان کے حسن

*مضمون نگار نیویارک امریکہ میں مقیم اہل سنت معروف قلم کار اور نقاد ہیں۔

وجمال اور مرتبۂ کمال کا راز کیا ہے، جب یہ باتیں آپ کے والد حضرت ہاشم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوئیں تو آپ نے قریش کے مشہور کاہنوں سے رابطہ کیا اور جب سارا واقعہ بتایا تو کاہنوں نے کہا کہ اب بلا تاخیر اس نوجوان کا نکاح کر دیا جائے، گویا یہ من جانب اللہ اشارہ تھا کہ اب نورِ محمدی کے منتقل ہونے کا وقت آپہنچا ہے۔

حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک ما بہ الامتیاز وصف یہ بھی تھا کہ آپ کے جسم مقدس سے ہمیشہ مشک کی ایسی بھینی بھینی خوشبو اُٹھا کرتی تھی کہ جس سے گرد ونواح معطّر ہو جایا کرتے تھے، آپ بلاشبہ موحد تھے اور ان ایام جاہلیت کے شرم ناک رسوم سے بے حد نفرت کیا کرتے تھے۔

شراب اور زنا کو سخت حرام جانتے تھے اور لڑکیوں کا زندہ درگور کیا جانا آپ کو اس قدر ناپسند تھا کہ آپ لوگوں کو اس ناپاک جرم کے ارتکاب سے بڑی سختی کے ساتھ روکا کرتے تھے اور اگر کسی شخص کی چوری حدِّ ثبوت تک پہنچ جاتی تو اس کا ہاتھ کاٹ ڈالتے تھے۔ آپ بے حد پاک باز، نیک طینت اور عابد وزاہد شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کا مقدس سینہ خشیت الٰہی کا ایسا گنجینہ تھا کہ کئی کئی دنوں تک متواتر آپ غارِ حرا میں جا کر معتکف ہو جاتے اور ربِّ کائنات کی عبادت میں منہمک ومستغرق رہتے، گوشہ نشینی اور خلوت گزینی سے آپ کو اس قدر لگاؤ تھا کہ بالخصوص ماہِ رمضان المبارک میں تقریباً پورے ماہ غارِ حرا میں خداوند قدوس کی یادوں میں محو رہا کرتے تھے۔

مذکورہ اوصافِ حمیدہ کے علاوہ ربِّ کائنات نے آپ کے اندر سخاوت، خلق اللہ کی بے لوث خدمت، یتیموں اور غریبوں کی امداد کا ایسا وافر جذبہ عطا فرمایا تھا کہ انسان تو انسان اپنے دسترخوان سے پرندوں کیلئے بھی شکم سیری کا سامان فراہم کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں سارا عرب ''مطعم الطیر'' (پرندوں کو کھانا کھلانے والا) کے لقب سے یاد کرتا تھا۔

آپ کی انہیں قابل قدر خوبیوں کا بین اثر تھا کہ پورا عرب آپ کا بے حد احترام کرتا تھا اور دوست تو دوست دشمن بھی آپ کی عظمت شان کے سامنے سر بہ خم رہا کرتا تھا۔ آپ کی غیر معمولی مقبولیت اور ہر دلعزیزی کا یہ عالم تھا کہ مکہ والوں پر جب بھی کوئی مصیبت ناگہانی آتی یا قحط سالی کا حملہ ہوتا تو مکہ والے آپ کو وسیلہ بنا کر خداوند قدوس کی بارگاہ میں دعائیں کرتے تو فوراً مصیبت ٹل جاتی اور قحط سالی سے نجات مل جاتی۔

حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ احسان تا قیامت فراموش نہیں کیا جا سکتا کہ آپ ہی نے چاہِ زم زم کی اس طرح نشاۃ ثانیہ فرمائی کہ اسے ازسرِ نو کھدوا کر درست کیا اور قیامت تک کے لئے مقدس وشفا بخش آبِ زم زم سے سیرابی کی سبیلیں ہموار فرمائیں۔ واضح رہے کہ حضرت ہاشم اور جناب مطلب کے بعد خانۂ کعبہ کی تولیت وسجادگی آپ میں منتقل ہوئی اور ساتھ ساتھ آبِ زم زم کی سقایت کے عظیم منصب پر بھی آپ تا دمِ حیات فائز رہے۔

انتہائی سبق آموز اور درس خیز واقعۂ فیل بھی آپ ہی کے دور میں رونما ہوا، اصحابِ سیر اور مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ واقعۂ فیل محسن انسانیت سرکارِ ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے ٹھیک پچپن دن پہلے وقوع پذیر ہوا، قرآنِ مقدس میں ربِّ کائنات نے سورۂ فیل میں اس واقع کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

واقعۂ اصحابِ فیل کا مختصر پس منظر یہ ہے کہ ابرہہ نامی یمن کے بادشاہ کی آنکھوں میں خانۂ کعبہ کی عظمت وحرمت خاروں کی طرح کھلتی تھی۔ اس کے دل میں بغض وحسد کی آگ اس قدر تیز ہوئی کہ اس نے خانۂ کعبہ کے مدِّ مقابل یمن کے دار السلطنت صنعاء میں ایک انتہائی پرشکوہ عمارت بنائی۔

اس کا مقصد یہ تھا کہ لوگ بجائے خانۂ کعبہ کے اس کی بنائی ہوئی عمارت میں جوق در جوق آئیں اور اس کا طواف کریں اور اس کا احترام بجالائیں تا کہ اس کی واہ واہی ہو اور لوگوں کے دلوں سے خانۂ کعبہ کی عظمتیں کالعدم ہو جائیں۔

زرقانی علی المواہب جلد اوّل کی روایت کے مطابق جب یہ بات مکۃ المکرمہ میں مشتہر ہوئی تو قبیلۂ کنانہ کے ایک شخص کے

اسلامیات

سینے میں غم وغصّہ کی ایسی لہر دوڑی کہ وہ فرطِ غیض وغضب میں یمن جا کر ابرہہ کے بنائے ہوئے گرجا کونجاست آلود کر دیا، جب یہ بات ابرہہ کو معلوم ہوئی تو وہ مارے غصّے سے اس کی بھنوئیں تن گئیں اور اس کا جوشِ انتقام طشت از بام ہو گیا اور اس نے اپنی ناعاقبت اندیشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے خانۂ کعبہ کے انہدام کا برملا اعلان کر دیا اور ہاتھیوں کی فوج لے کر مکۃ المکرمہ پر دھاوا بول دیا، اگر اس واقعہ کا تجزیہ کیا جائے تو یہ بات اظہر من الشّمس ہو جاتی ہے کہ قبیلۂ کنانہ کے شخص کا ابرہہ کے تعمیر کردہ گرجا گھر کونجاست آلود کرنا محض ایک بہانہ تھا دراصل ابرہہ کو اس واقعہ سے پہلے یہ کھل رہا تھا کہ اس کے بے دریغ دولت خرچ کر کے خانۂ کعبہ کے بالمقابل عالیشان عمارت بنوانے کے باوجود وہاں زائرین کا اژدہام ہوتا اور نہ لوگ اس کا خاطر خواہ احترام بجالاتے اس کے برعکس خانۂ کعبہ میں زائرین کی ریل پیل ہوا کرتی تھی۔

محدث علی الاطلاق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی تصنیفِ لطیف مدارج النبوہ کی جلد ثانی میں فرماتے ہیں کہ جوں ہی ابرہہ مکۃ المکرمۃ کی حدود میں اپنا ناپاک قدم رکھا تو یک بیک اس کی نگاہیں حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چار ہوگئیں۔ نگاہوں کا چار ہونا تھا کہ اس کے اندر اس قدر ہیبت ووحشت طاری ہوئی کہ وہ چاہ کر بھی خود کو سنبھال نہ پایا اور اس پر بے ہوشی کا ایسا غلبہ ہوا کہ وہ دھڑام سے زمین پر بے سدھ گر پڑا، اس وقت اس کے منہ سے گائے کے ڈکارنے جیسی آواز بلند ہو رہی تھی، بڑی دیر تک وہ اسی کیفیت میں مبتلا رہا جب ہوش بحال ہوا تو وہ بے ساختہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو کر **الفضل ما شهدت به الاعداء** کے تحت بول پڑا کہ بلاشبہ میں آپ کی عظمت شان کا کھلے دل سے اعتراف کرتا ہوں اور اس بات کا برملا اعلان کرتا ہوں کہ آپ قریش کے سچے اور مہتم بالشان سردار ہیں۔

اسی طرح محدث علی الاطلاق ایک اور روایت کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ ابرہہ ایک انتہائی مہیب وخوفناک سفید ہاتھی ساتھ لایا تھا جو خانۂ کعبہ کے ڈھانے کے مہم کو سر انجام دے گا، جب اس سفید ہاتھی کی نظر حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارعب چہرۂ انور پر پڑی تو فوراً وہ ہاتھی آپ کے سامنے سر بہ سجدہ ہو گیا، حالانکہ یہ وہ ہاتھی تھا جو اس سے پہلے کسی اور کے سامنے کیا خود ابرہہ کے سامنے سر بہ سجدہ ہونا تو درکنار کبھی سر بہ خم بھی نہیں ہوا تھا۔

ہر چند کہ ابرہہ اس ہاتھی کا بے حد خیال رکھا کرتا تھا اور اس کی نگہداشت میں کوئی کمی نہیں کرتا تھا۔ اگر اس روایت پر غور کیا جائے تو یہ بات تسلیم کرنا پڑے گی کہ سفید ہاتھی کا حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روبرو سجدے میں گرجانا یقیناً من جانب اللہ تھا گویا وہ ہاتھی حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہیں بلکہ آپ کی مقدس پیشانی میں چمکتے ہوئے نورِ محمدی کو اپنے سجدوں سے خراجِ عقیدت پیش کر رہا تھا، روایت میں یہاں تک ہے کہ ہر چند کہ لوگوں نے بڑی کوششیں کیں اور بار بار اس کو کونچیں ماریں لیکن وہ بدستور سجدے کی حالت میں پڑا رہا گویا وہ نورِ محمدی کا ایسا گرویدہ ہو گیا تھا کہ سر اُٹھانا ہی نہیں چاہتا تھا۔

جب لوگوں نے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابرہہ کے ناگہانی حملے کی خبر جانکاہ بتائی تو آپ کی مقدس پیشانی پر ذرّہ برابر بھی شکن نہیں آیا جب کہ اس کے برخلاف لوگوں کے اندر بے حد خوف وہراس پھیلا ہوا تھا۔ ہر شخص اس حملہ کے بھیانک نتائج کو سوچ کر سراسیمہ نظر آ رہا تھا مگر آپ کے اندر نہ کوئی گھبراہٹ تھی اور نہ کسی قسم کی منفی فکر کا تسلط۔ لوگوں نے فرطِ حیرت سے پوچھ ہی لیا کہ حضور والا! پورا مکہ ابرہہ کے حملہ کو لے کر تھر تھر کانپ رہا ہے۔ لوگوں کی راتوں کی نیندیں اڑ گئی ہیں مگر آپ بالکلیہ مطمئن نظر آ رہے ہیں۔

آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا ایمان افروز جواب دیا کہ چشم زدن میں سارے مکہ والوں کے دلوں میں ہیبت کی جلتی ہوئی آگ بجھ کر خاکستر ہو گئی، جواب کیا تھا اس کے ایک ایک حرف سے خدائے وحدہٗ لا شریک پر توکل واعتماد کے سوتے پھوٹ رہے تھے۔ آپ نے برجستہ فرمایا کہ اے مکہ والو! قطعی گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ یہ

خانۂ کعبہ ہمارا گھر تھوڑے ہے جو ہمیں متردد و فکر مند ہونا ہے، یہ گھر خلّاقِ کائنات کا ہے، وہی اس کا محافظ ہے، ایک ابرہہ کیا ہزاروں ابرہہ دنیا بھر کے پر دہشت جانور اور جان لیوا ہتھیاروں سے لیس جانباز و دلیر افواج لے آئیں پھر بھی خانہ کعبہ کا کوئی ایک بال بھی بیکا نہیں کرسکتا کیوں کہ جس کی حفاظت خالق کرے مخلوق میں کہاں اتنی بساط کہ وہ اس کو ذرّہ برابر بھی گزند پہنچا سکے۔

حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان موحدیت اور اندازِ توکل پہ قربان جائیے کہ جب خانۂ کعبہ کے ڈھائے جانے کی بات آپ نے سنی تو چہرے پر اضطراب کا کچھ بھی اثر مرتب نہیں ہوا لیکن جب آپ کو یہ خبر ملی کہ ابرہہ کی فوجیں آپ کے چار سو اونٹ ہنکا کر لے گئی ہیں تو آپ بے قرار ہو گئے اور غیض و غضب سے آپ کی بھنویں تن گئیں۔ اور سخت غم و غصّہ کے عالم میں بلا خوف و خطر سیدھے ابرہہ کے پاس پہنچے۔ جوں ہی ابرہہ نے حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بلندیٔ قامت، اندازِ رعبِ وفا اور بے مثل حسن و جمال کا اپنے ماتھے کی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تو اس کے سارے کروفر کا دن دہاڑے جنازہ نکل گیا اس کی ساری سطوتیں دم توڑ گئیں، اس کی شہنشاہیت کی تمام تمکنتیں ہوش و حواس کھو بیٹھیں، اس کے کبر و غرور کی عمارت کی ایک ایک اینٹ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہوگئی۔ نہ چاہتے ہوئے بھی تخت شاہی سے اترتا ہے اور آپ کی بارگاہ میں تعظیماً و تکریماً باادب دست بستہ کھڑا ہو جاتا ہے، پھر انتہائی ادب و احترام سے عرض گزار ہوتا ہے کہ اے قریش کے عظیم المرتبت سردار تشریف آوری کا سبب بیان فرمائیں، آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ آپ کی فوجیں ہمارے اونٹ، بکریوں اور دیگر مویشیوں کو ہانک لائے ہیں وہ سب ہمیں واپس کردیئے جائیں۔

ابرہہ کے کان کھڑے ہو گئے، اس کی حیرتوں کی انتہا نہ رہی، اس کے دل و دماغ پیچ و خم کھانے لگے، اس کے فکر و احساس کی زنجیریں ہلنے لگیں یہاں تک کہ اس کی شاہی سوچوں کی بنیادیں متزلزل ہو گئیں اور پھر اس سے رہا نہ گیا وہ بول پڑا جناب والا! سچ تو یہ ہے کہ میری نظروں میں آپ کا بے حد وقار قائم تھا اور میں آپ کو انتہائی ہمت ور اور بہادر سمجھتا تھا لیکن آپ کے مطالبے نے آپ سے متعلق میرے بلند ترین خیالوں کے سارے شیرازے بکھیر کر رکھ دیئے۔ کیا آپ تک یہ اطلاع نہیں پہنچی ہے کہ میں خانہ کعبہ کو مسمار کرنے کا عزم مصمم لے کر آیا ہوں۔ یقینا آپ کو یہ ہوش ربا خبر مل گئی ہوگی لیکن تعجب بالائے تعجب بجائے خانۂ کعبہ سے متعلق گفتگو کرنے کے آپ مویشیوں کے بارے میں مطالبہ کررہے ہیں۔ حیرت ہے آپ کو خانہ کعبہ کے بچانے کی فکر نہیں اگر فکر ہے تو اپنے مویشیوں کی۔

میں نے تو سوچا تھا کہ آپ میرے قدموں پر سر رکھ کر منت وسماجت کریں گے کہ بادشاہ سلامت! ہم پر رحم کھائیے ہم آپ کو اپنے خدا کا واسطہ دے رہے ہیں خانۂ کعبہ کو نہ ڈھائیے مگر آپ ہیں کہ! اتنا سننا تھا کہ حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی شائستگی سے فرمایا جناب ابرہہ! کان کے دروازے کھول کر سنئے! مویشی میرے ہیں مجھے ان کی فکر دامن گیر ہے، رہی بات کعبۂ مقدسہ کی، وہ میرا نہیں جو اس کا مالک ہے اور جس کا گھر ہے وہ اس کی حفاظت فرمائے گا۔ جناب یہ بات بھی ذہن نشین کرلیجئے کہ یہ کعبہ اللہ کا گھر ہے کسی مائی کے لال میں ہمت نہیں اس کی کسی ایک اینٹ پر خراش تک لاسکے وہ قادر مطلق ہے اس کی طاقت کے سامنے ساری طاقتیں بے معنی و ہیچ ہیں۔ آپ کا یہ دنداں شکن جواب سن کر ابرہہ تلملاتے ہوئے کہنے لگا ٹھیک ہے تو آپ بھی سن لیجئے سردارِ قریش! مجھے اپنی مہم کو بہر صورت سر کرنا ہے اور میں خانہ کعبہ کو مسمار کرکے دنیا سے اس کے وجود کو کالعدم کردوں گا۔ آپ یہ کہہ کر اپنے دولت کدے کی طرف روانہ ہو گئے ابرہہ! اب تو جانے اور خدا جانے۔

ابرہہ نے آپ کے مطالبے کو تسلیم کرتے ہوئے اپنی فوجوں کو حکم دیا کہ سردارِ قریش اور مکہ کے جن جن باشندوں کے جانور تم ہانک لائے ہو انہیں بلا چوں چرا واپس کردو۔ حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مویشیوں کی بازیابی پر خداوند قدوس کا شکر ادا کیا اور اپنے دولت کدے پر واپس ہونے کے بعد اپنے خاندان کے چند افراد کو لے کر خانۂ کعبہ تشریف

لے گئے اور ساتھ ساتھ مکہ والوں کو جمع کر کے اعلان فرمایا کہ خدا وند کونین پر مکمل طور پر توکل رکھتے ہوئے اپنے جانوروں اور ساز وسامان کو ساتھ لے کر مکہ شریف کے باہر نکل جاؤ۔ جسے جہاں موقع ملے وہ وہاں پناہ گزیں ہوجائے خواہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر ہو یا دروں کے اندر۔ متردد و متفکر ہونے کی قطعی ضرورت نہیں۔

یہ معاملہ ربِّ کائنات کے مقدس گھر کی حفاظت کا ہے، مجھے یقین کامل ہے کہ ضرور بالضرور ربِّ قدیر اپنی قہاریت کا مظاہرہ فرمائے گا اور ابرہہ سمیت اس کی ساری فوجیں ہلاکت خیزیوں سے دوچار ہوں گی۔ خانۂ کعبہ بدستور خداوند قدوس کی حفاظت کے نوری حصار میں یونہی جلوہ طراز رہے گا۔ ایسے سنگین موقع پر حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بابِ کعبہ کے حلقے کو تھام کر بطریق الحاح جو دعا فرمائی تھی اس کا ایک ایک حرف آج تک آپ کی شانِ توکل کا خطبہ پڑھ رہا ہے۔ آپ کی مقدس دعا شعری پیکر میں یوں ڈھلی ہوئی تھی۔

لاھمّ انّ المرء یمنع رحله فامنع رحالک
وانصر علی ال الصلیب وعابدیه الیوم الک

یعنی یا اللہ! ہر شخص اپنی جائے سکونت اور مال ومتاع کی حفاظت وصیانت میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتا ہے لہٰذا تو بھی اپنے تقدس مآب گھر کی حفاظت فرما اور آلِ صلیب یعنی عیسائیوں اور صلیب کے پرستاوں کے مدِّ مقابل اپنے مومن اور اطاعت شعار بندوں کو اپنی غیبی امداد سے شادکام فرما۔

تاریخ وسیر کی کتابیں شاہد ہیں کہ جب آپ کی زبان فیض ترجمان سے یہ منفرد دعائیہ کلمات نکل رہے تھے، اس وقت خانۂ کعبہ کے در ودیوار سے اور آسمانی فرشتوں کی معصوم زبانوں سے آمین کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں، ادھر آپ ربِّ کائنات کی بارگاہ میں بڑی بے قراری کے ساتھ خانۂ کعبہ کی حفاظت کے لئے دعائیں کر رہے تھے اور اُدھر ابرہہ اپنی شقاوتِ قلبی کی بنیاد پر دنیاوی جاہ وحشمت اور مادی قوت وسطوت پر پر اعتماد ہو کر خانۂ کعبہ پر حملہ آور ہونے کی تمام تر تیاریوں میں مصروف کار تھا۔ وہ اس خوش فہمی میں مبتلا تھا کہ میرے پاس فوجیں ہیں، اسلحہ جات ہیں، مادی طاقتیں ہیں تو پھر مجھے ناپاک عزائم کی کامیابی کی راہوں میں کون سی طاقت مزاحم ہوسکتی ہے، وہ اس حقیقت سے مکمل طور پر نابلد تھا کہ اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْدٌ یعنی بیشک تیرے رب کی پکڑ بے حد سخت ہے ربِ کائنات کبھی کبھی ظالموں کو ایک مدّت کے لئے ڈھیل دے دیتا ہے۔ تو پھر ظالم اپنی ستم رانیوں کی بھول بھلیوں میں کھو جاتا ہے اور مظالم کی دنیا کا خود کو بے تاج بادشاہ تصور کر بیٹھتا ہے۔

نتیجتاً عاقبت وانجام سے بے خبر جور وجفا کی شعلہ زنی کو اپنے لئے باعثِ صد افتخار سمجھتا ہے۔ لیکن جب خدائے قہّار کی پکڑ ہوتی ہے تو پھر نہ صرف یہ کہ اسے دن میں تارے نظر آتے ہیں بلکہ اس کے سامنے تباہی وبربادی کی ایسی بھیانک گہری کھائی ہوتی ہے کہ اس میں اسے گرنے سے کوئی نہیں بچا پاتا، انجام کار آہوں پہ آہیں بھرتا ہوا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عذابِ الٰہی کے شکنجے میں جکڑ جاتا ہے، بعینہ یہی حال اس ناعاقبت اندیش اور متکبر وظالم ابرہہ کا ہوا، ہر چند کہ من جانب اللہ اسے اس جرم عظیم کے ارتکاب سے روکنے کے لئے ایک واضح اشارے دیئے گئے مگر جب بندہ ازلی طور پر شقاوت کا خوگر ہوتا ہے تو اس پر یہ ساری چیزوں کا کچھ بھی اثر مرتب نہیں ہوتا، اگر ابرہہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے اس کے سفید ہاتھی کا سجدے میں گر جانا اور سجدے سے سر نہ اُٹھانے ہی سے عبرت حاصل کر لیتا تو پھر وہ دائمی طور پر خائب وخاسر نہ ہوتا۔ مگر کیا کہئے گا بقول شخصے جب خدا دین لیتا ہے تو عقلیں چھین لیتا ہے۔

المختصر ابرہہ بڑے ہی کروفر کے ساتھ اسلحوں سے لیس اپنی فوجوں اور ہاتھیوں کی قطاروں کے ساتھ جوں ہی خانۂ کعبہ کو ڈھانے کے مذموم عزم کے ساتھ آگے بڑھا تو خدائے وحدہٗ لا شریک نے ابابیلوں کے جھنڈ کے جھنڈ کو اپنے قہر وغضب کا نمونہ بنا کر بھیج دیا۔

محدث علی الاطلاق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کتابِ مستطاب مدارج النبوۃ کی جلد ثانی میں رقم طراز ہیں کہ ابابیل کی فوجیں ناگہاں سمندر سے نکل کر حرم کعبہ

کی جانب اس طرح آنے لگیں کہ ہر ایک ابابیل کے منہ میں ایک کنکری اور دو دو کنکریاں ان کے پنجوں میں تھیں اور کنکری مسور کے دانے سے بھی چھوٹی تھی مگر ان کنکریوں کا کمال یہ تھا کہ ابرہہ کے کسی بھی فیل سوار کے سر پر پڑتیں تو چشم زدن میں اس کے بدن کو چھید کرتی ہوئی ہاتھی کے بدن سے اس طرح آر پار ہو جاتیں کہ وہ فوجی اس آسمانی عذاب کی تاب نہ لا کر ہاتھی سمیت ڈھیر ہو کر موت کے گھاٹ اُتر جاتا۔ ابرہہ اور اس کی تمام فوجیں ہاتھیوں سمیت سب کے سب ختم ہو گئے۔ کوئی ایک بھی عذابِ الٰہی کی زد سے بچ نہ سکا۔ تفسیر ابن کثیر میں مندرج ہے کہ ان کی ہلاکتوں کا یہ عالم تھا کہ زمین پر ان کے بدن کی بوٹی بوٹی ریزہ ریزہ ہو کر منتشر ہو گئی۔

ظالموں کی ہلاکتوں کی اطلاع پاتے ہی حضرت عبد المطلب مع اہل خانہ پہاڑ سے اُترے اور ربِّ قدیر کی بارگاہ میں سجدہ شکر ادا کیا، اس واقعہ کے رونما ہونے کے بعد پورے عرب میں آپ کی اس عظیم الشان کرامت کا گھر گھر چرچا ہونے لگا اور پورے عرب میں آپ کی عزت وتکریم دوبالا ہو گئی۔

☆☆☆

ص ۲۵ ؍ کا بقیہ..........

ہے کہ ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے تقدس واحترام کی فضا ہموار کی جائے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے تعظیم وتکریم رسول ﷺ کا درس دیا، ہمیں چاہیے کہ تحفظِ ناموسِ رسالت کے لیے تصانیف اعلیٰ حضرت کی اِس زمانے میں کثیر تعداد میں اشاعت کریں، تاکہ نئی نسل میں محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذہن سازی ہو، احترام نبوی کے معاملات کو فروغ دیا جائے۔

ذکر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور درود وسلام کی محافل کو رواج دیا جائے، مسلمانوں کو جہاں عقیدۂ توحید کا درس دیا جائے؛ وہیں شانِ مصطفوی کے ایمان افروز اسباق بھی یاد کرائے جائیں، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ عظمتیں بیان کی جائیں جو شان ورفعت سے تعلق رکھتی ہیں؛ محبوبِ رب العالمین کی عظمتوں کی باتیں کی، کہی اور سُنی جائیں۔ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کیے اور کرائے جائیں تاکہ ایمان وعقیدے کے گلشن میں تازگی پھیل جائے، اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں امام احمد رضا قادری نے جو کتابیں لکھیں، کتاب وسنت کے احکام بیان کیے نیز دیگر ایمان افروز کتابوں کو گھر گھر پھیلایا جائے، ان کا نعتیہ مجموعہ ''حدائق بخشش'' پڑھا، سنا اور عام کیا جائے اور ان کے اس پیغام کو گرہ میں باندھ لیا جائے تاکہ مغرب کے طلسم کی تہیں چاک ہوں اور ہند کے مشرکین کی سازشیں دَم توڑ جائیں۔

کروں تیرے نام پہ جاں فدا، نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا، کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

□□□

ص ۵۸ ؍ کا بقیہ..........

خلیفہ طاہر ملت حضرت قاری عارف القادری واحدی، مولانا حنیف القادری، مولانا عرفان الحق قادری، مولانا اسرار احمد فیضی، مفتی امیر حسن امجدی، مفتی فرقان رضا، حافظ احسان رضا، مفتی فرید نوری پیلی بھیت شریف، حضرت حافظ وقاری مولانا اختر رضا قادری خانقاہ تیغیہ کھرساہا شریف سیتامڑھی بہار، قاری طاہر القادری پیلی بھیت شریف، قاری سخاوت حسین پیلی بھیت شریف، قاری ارشاد ازہری سینتھل، حضرت قاری ارشاد رضا نوری، مفتی خورشید عالم مصباحی، مولانا عرفان القادری، قاری یوسف سنبھلی، قاری ناظر حسین تحسینی، مولانا اسرائیل کے اسماء قابل ذکر ہیں۔

شعرا میں محمد علی فیضی، راشد رضا مرکزی، سلیم رضا پیلی بھیت، سیف رضا واحدی، فرحان رضا برکاتی، اظہار شاہجہاں پوری، استاذ الشعراء جاوید صدیقی، طفیل شمسی، سعید اختر جوکھنپوری وغیرہ نے منقبت کے اشعار پیش کئے، حضرت قاری ناظر رضا تحسینی، مولانا اسرائیل مسعودی، قاری یوسف رضا سنبھلی نے مشترکہ طور پر نظامت کے فرائض انجام دئے۔

حضرت سید اویس مصطفےٰ قادری اور سہیل ملت کی دعائیہ پر صلوٰۃ وسلام کے ساتھ محفل کا اختتام ہوا۔

رپورٹ: قمر اخلاقی امجدی
خانقاہ قادریہ تیغیہ کھرساہا شریف سیتامڑھی بہار

اسلامیات

از: غلام مصطفےٰ رضوی*

توہین رسالت کی مذموم فضا اور تحفظ ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تقاضے

"کسی مذہب کے پیروکاروں کے اعتقادات مجروح کرنے کے عمل کو آزادیِ اظہار کا نام نہیں دیا جاسکتا۔"

یہ بیان کسی مسلم دانشور کا نہیں بلکہ ایک کرسچن پیشوا کا ہے: جو حالات کے تجزیئے سے اُبھرا ہے، آزادیِ اظہار کا نعرہ صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی، توہین، گستاخی، اہانت، شرعی قوانین پر تنقید کے لیے مختص ہو کر رہ گیا ہے۔

آزادیِ اظہار کا سلوگن

آزادی انسان کا پیدائشی حق ہے، لیکن فطری تقاضا یہ ہے کہ آزادی قانون کی لگام سے مستحکم رہے، تخریب نہ بن جائے یا زندگی اجیرن نہ کردے، اس لیے آزاد ملکوں میں امن و امان، قانون کی بالادستی سے قائم ہوتا ہے، اظہارِ خیال کی چھوٹ اگر دی جانی چاہیے تو اس ضمن میں بھی قواعد کی رعایت بہر حال ضروری ہو گی، مثلاً سچ کہنا، سچ سُننا، سچ پر چلنا یہ فطری اُصول ہے، اگر اسی روش کو اپنا لیا جاتا تو دُنیا سیکڑوں اور ہزاروں مسائل سے بچ جاتی، فساد فی الارض پر روک لگتی، زمیں امن و امان سے بھر جاتی؛ لیکن عصبیت و حسد کی آگ نے آزادیِ اظہار کے دل کش نعرے کو جھوٹ کے پُلندے میں جکڑ دیا، جس کا نتیجہ بربادی و تباہی کی صورت میں ظاہر ہوا۔

توہین رسالت کی مہم

صدیوں تک شکست سے دوچار ہونے کے بعد یہود و انگریز نے جب یہ دیکھا کہ: ہم اسلام کے سیلِ رواں کو روک نہیں پا رہے، نبوی عظمت کا شہرہ بلند سے بلند تر ہو رہا ہے، نبوی اخلاق کے اثرات و ثمرات انسانیت کو دوام و استحکام عطا کر رہے ہیں، من کی دُنیا میں اسلام کی حسیں چاندنی پھیل رہی ہے، دل و جاں اسلامی نور میں نہا رہے ہیں، قافلہ در قافلہ، جوق در جوق اسلام کے دامن سے وابستگی بڑھ رہی ہے، علاقے کے علاقے کفر سے ٹوٹ کر اسلامی شوکت سے جُڑ رہے ہیں، ٹوٹے دل جُڑ رہے ہیں، غریب خوشی خوشی دامنِ اسلام میں آرہے ہیں، تو انھوں نے یہ منصوبہ بنایا کہ اب شرعی قوانین پر تنقید کی جائے۔ سیرتِ نبوی کو نشانہ بنایا جائے، شعائرِ اسلامی سے انحراف کو ہوا دی جائے، اس کے لیے جھوٹ/ اتہام کا سہارا لیا گیا اگر سچ کا سہارا لیا جاتا تو سازشوں کا محل زمیں بوس ہو جاتا، اسلام کی ضیا: بے نور وجود کو ایمان سے منور کر دیتی، بقول اعلیٰ حضرت ؂

ترے دین پاک کی وہ ضیا کہ چمک اُٹھی رہِ اصطفا
جو نہ مانے آپ سقر گیا، کہیں نور ہے کہیں نار ہے

ایک جائزہ

توہین رسالت کی سازش پُرانی ہے، اس میں تمام باطل قوتیں متحد ہیں، بعض ان کے آلۂ کار "مؤحد" بھی ایسے ہیں جن کے دامن عصمتِ انبیا میں جرأت سے آلودہ ہیں، اس بابت ایک تجزیہ نقل کرنے کا مقصد یہ بتانا ہے کہ توہین اسلام و پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بے ادبی کی بادِ سموم کس قدر وسیع کی گئی:

[١] 15/اپریل: 2005 ڈنمارک کی ملکہ مارگریٹ ii نے سرکاری طور پر شائع شدہ اپنی بائیوگرافی میں کہا کہ "آئیے اسلام کے خلاف ہم اپنی مخالفت کا کھل کر اظہار کریں۔"

اسی دور میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کی منصوبہ بندی ہوئی۔

[٢] ڈینش مصنف کیری بلجن کی ایڈیٹر جیلنڈس پوسٹس فلیمنگ روز سے ملاقات، ایڈیٹر نے اسی ملعون مصنف کی کتاب کے لیے خاکے تیار کروائے اور اگست 2005ء میں ہی اس کے لیے اشتہار دیا گیا۔

* مضمون نگار نوری مشن مالے گاؤں مہاراشٹرا کے رکن ہیں۔

[۳] 30/ستمبر 2005 جمعہ: ڈنمارک کے اخبار جیلنڈس پوسٹس میں پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تصویری خاکے، کے عنوان سے 12/گستاخانہ خاکوں کی اشاعت۔

[ماہ نامہ لا نبی بعدی لاہور، تحفظ ناموس رسالت نمبر، ص 133]

اس کے فوری بعد مسلمان مضطرب و بے چین ہوئے، کوپن ہیگ میں 27 مسلم تنظیموں کے قائدین نے یورپی کمیٹی برائے حرمت رسول قائم کی، معافی کا مطالبہ کیا گیا، توہین کی مذمت کی گئی، 14/اکتوبر 2005 جمعہ کو، کوپن ہیگ میں پانچ ہزار افراد نے مظاہرہ کیا۔

لیکن تشویش ناک بات یہ رہی کہ مسلم کہلانے والے ملکوں کے صہیونیت پرست اخبارات نے ان کی گستاخانہ فکر کو آگے بڑھایا، جیسا کہ مصر کے اخبار الفجر میں خاکوں کی اشاعت ہوئی، پھر توہین کی فکر آگے بڑھتی گئی، پورا یورپ، امریکہ اس میں شامل ہوئے، کئی میگزین نے خاکے شائع کیے، آزادیِ اظہار کے پردے میں اس امر خبیث کو سہارا دینے کی کوشش کی گئی، اسے یورپ سے ایشیا پہنچایا گیا۔

خود ہندوستان میں کئی اخبارات نے اسی منفی فکر کی تائید کی، اسلام پر طنز و تشنیع کی، اسلامی اُصولوں کا مذاق اڑایا، اپنے دامن کے دھبوں کو نظر انداز کر کے اسلامی حسن میں نقص نکالنے کی جرأت کی۔

[۱] عصمتِ انبیا کے عقیدے پر ضربِ کاری لگائی گئی۔

[۲] پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کے رشتہ و تعلق و محبت کی پیمائش کی گئی۔

[۳] اسلام مخالف تمام قوتوں کو پیغمبر اسلام کی توہین کا راستہ دکھایا۔

[۴] مسلمانوں کے زوال کی راہیں متعین کی گئیں۔

[۵] مسلم قوت و شوکت کی پیمائش کی گئی۔

[۶] مسلمانوں کو بے وطن کرنے کی کوششیں ہوئیں۔

ہند میں گستاخیوں کا طوفان

ہند میں بھی جرأت اتنی بڑھی کہ رسول اللہ ﷺ کی توہین میں زبانیں کھلنے لگیں، سادھوؤں، یوگیوں اور بھگوا تواقوتوں نے اسلامی اُصولوں کے خلاف مہم چھیڑی، کورٹوں کے ذریعہ اقتدارِ وقت نے اسلامی قوانین کے خلاف فیصلے کروائے، پھر مزید دو قوم آگے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کی توہین کروائی، نرسنگھانند کی حال ہی میں توہین کی پے در پے جسارت، اقتدار کی پشت پناہی؛ یہ ایک بڑی سازش کا حصہ ہے، فرقہ پرست یہ چاہتے ہیں کہ مسلمان خاموش رہیں، یہ توہین کریں، جو چاہیں بکیں، ہم منھ بند رکھیں، یہ اظہارِ رائے کی آزادی کے نام پر جانِ ایمان ﷺ سے متعلق بکواس کریں اور ہم بے غیرتی کی چادریں تانے رہیں، معاذ اللہ! دُشمن چاہتا ہے کہ توہین کا عام ماحول بنا دیا جائے، بے ادبی روزمرہ کا معمول بن جائے اور قوم بے غیرتی کی نیند میں مست ہو؛ تو پھر کیا بچے گا! لیکن! ایسا نہیں ہو سکے گا۔

متاعِ عشق کو گوارا نہیں کہ آقا ﷺ کی بے ادبی ہوتی رہے اور عاشق رسول خاموش رہے، کبھی کبھی عقل گھٹنے ٹیک دیتی ہے، کورٹیں بے حسی کا مظاہرہ کرتی ہیں، طوفان جب سر چڑھ آتا ہے تو مشیت کسی غازی اور عاشق ممتاز قادری کو پیدا کرتی ہے اور محبتوں کا اسیر دیوانگی سے کام لیتا ہے، عقل تکتے رہ جاتی ہے اور عشق سرفرازی پا جاتا ہے۔

نرسنگھانند نے بدتمیزی کی، ناموسِ رسالت ﷺ میں بار بار توہین کی، متعدد بار بکواس کی، پورے ملک میں ایف آئی آر کا اندراج ہوا، بریلی شریف میں جماعت رضائے مصطفےٰ کے توسط سے زبردست احتجاج کیا گیا؛ سروں کا سمندر جمع ہو گیا؛ مالیگاؤں میں بھی سڑکوں پر نکل کر ہم نے مظاہرہ کیا، افسوس کوئی کارروائی نہیں کی گئی، اقتدار خاموش ہے؛ بلکہ گستاخ کا پشت پناہ معلوم ہوتا ہے! ناموسِ رسالت ﷺ کے تحفظ کے لیے عاشقانِ مصطفےٰ کی کوششیں ضرور بہتر نتائج کا موجب ہوں گی، اللہ تعالیٰ! اہلِ شرک کو ذلتوں کی وادیوں میں دفن فرمائے۔ ؎

تازہ مرے ضمیر میں معرکۂ کہن ہوا
عشق تمام مصطفیٰ عقل تمام بولہب

ایسے حالات میں ضرورت اس بات کی بقیہ ص ۲۳ پر

احوال وطن

از: مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی*

انصاف کے دوہرے پیمانے

سوال وطن

آنکھوں پر پٹی اور ہاتھ میں ترازو! یہ ہمارے نظام انصاف کی وہ تصویر ہے جو اس ملک میں رہنے والوں کو اس بات کی یقین دہانی کراتی ہے کہ انصاف کے ترازو میں سب ایک ہیں، کسی کا چہرہ نہیں دیکھا جائے گا، سب کے ساتھ غیر جانب دارانہ اور ایک جیسا سلوک ہوگا، کاش! نظام انصاف بھی اس تصویر کی طرح منصفانہ ہوتا تو یہ ملک واقعی جنت نشاں ہوتا، مگر اکثر و بیشتر ملک میں انصاف کے الگ الگ پیمانے نظر آتے ہیں۔

حالیہ کچھ معاملات میں بھی انصاف کے ایسے ایسے رنگ دیکھنے کو ملے ہیں جنہیں دیکھ کر دستور و قانون میں بھروسہ رکھنے والوں کو سخت مایوسی ہوتی ہے، گزشتہ کچھ واقعات کی روشنی میں انصاف دوہرا کردار دیکھیں:

سین نمبر1

16 ستمبر 2021ء کو ضلع کچھ (گجرات) کے مُندرا پورٹ پر دو مشکوک کنٹینر پکڑے گئے، تلاشی کے دوران ان میں تقریباً تین ہزار کلو ہیروئن برآمد ہوئی جس کی قیمت تقریباً بیس ہزار کروڑ بتائی جا رہی ہے، بندرگاہوں پر غیر قانونی اشیا کی اسمگلنگ حیرت کی بات نہیں ہے، لیکن اس معاملے نے لوگوں کا دھیان اس لیے کھینچا کہ یہ پورٹ وزیر اعظم مودی کے انتہائی قریبی اور مشہور کاروباری گوتم اڈانی کی ملکیت میں ہے۔

اس پورٹ پر اتنی بڑی مقدار میں ڈرگس کا ملنا انتہائی غیر معمولی بات تھی، اگر قانونی ایجنسیاں اس معاملے کی صحیح سے تحقیق کرتیں تو کئی بڑے چہرے بے نقاب ہو سکتے تھے، اتنا بڑا معاملہ اور اتنی بڑی خبر ایسے دبا دی گئی جیسے گلی کوچوں میں ہونے والی بچوں کی نوک جھونک کی خبر دبا دی جاتی ہے اور کوئی اس رویئے پر بات تک نہیں کرتا۔

سین نمبر2

21 اکتوبر کو راجستھان کے ضلع جھنجھنو میں کشمیر کے سابق اور میگھالیہ کے موجودہ گورنر ستپال ملِک نے ایک سنسنی خیز دعویٰ کرتے ہوئے بتایا کہ جب وہ کشمیر کے گورنر تھے تو ان کے پاس دو ایسی فائلیں آئیں جو اُنہیں مشکوک اور غیر قانونی محسوس ہوئیں، ان کا شک اس وقت یقین میں بدل گیا جب ان کے سیکرٹری نے اُنہیں بتایا کہ اگر وہ ان دونوں فائلوں کو منظوری دے دیں تو اس کے عوض انہیں تین سو کروڑ روپے ملیں گے۔ ملک صاحب کے بقول انہوں نے تین سو کروڑ روپے کی رشوت کا لالچ نہیں کیا اور وہ آفر ٹھکراتے ہوئے ان فائلوں کو واپس لوٹا دیا۔

دل چسپ بات یہ ہے ان میں سے ایک فائل آر ایس ایس سے وابستہ ایسے لیڈر کی تھی جو کشمیر کی مخلوط حکومت میں بی جے پی کوٹے کا وزیر تھا اور وزیر اعظم کا قریبی مانا جاتا تھا، جب کہ دوسری فائل ملک کے مشہور کاروباری انل امبانی کی تھی، جن کی وزیر اعظم سے قربت ڈھکی چھپی نہیں ہے، مزے کی بات یہ ہے ستپال ملک خود بی جے پی لیڈر ہیں اس لیے اپنی ہی پارٹی کے لیڈر اور اپنے ہی وزیر اعظم کے منظور نظر پر کرپشن کے الزام کو ہلکا نہیں سمجھا جا سکتا، اپنی ہی حکومت اور اپنے ہی لوگوں کے خلاف اتنا بڑا بیان دینا کوئی معمولی بات نہیں تھی کہ جسے اپوزیشن کا الزام سمجھ کر ہوا میں اڑا دیا جائے مگر انصاف کے کانوں تک اتنی بڑی خبر ابھی تک شاید نہیں پہنچی۔

ذرا تصور کریں! اگر اسی خبر کا تعلق کسی اور سے ہوتا تو کیا اب تک قانونی ایجنسیاں اسی طرح انجان رہتیں، چھوٹی چھوٹی باتوں پر خود سے ایکشن لینے والا سپریم کورٹ آخر اتنے بڑے معاملے پر کیوں خاموش ہے؟

* مضمون نگار ماہنامہ سواد اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

سین نمبر3

2 اکتوبر 2021ء کو ممبئی سے ایک کروز جہاز (cruise ship) گوا جارہا تھا، جہاز کے مسافر آرام وسکون کے ساتھ سمندری لہروں سے لطف اندوز ہوتے ہوئے سفر طے کررہے تھے، اسی درمیان نارکوٹکس کنٹرول بیورو (NCB) نے اس جہاز پر چھاپا مارا، اس جہاز پر کسی فلمی ایکٹر کا بیٹا بھی سفر کررہا تھا، اس چھاپے میں این سی بی نے قریب نو دس لوگوں کو گرفتار کیا، ان کے ساتھ ساتھ اس فلمی ایکٹر کے بیٹے کو بھی گرفتار کرلیا، حالانکہ گرفتاری کے وقت نہ تو کے پاس سے کوئی ڈرگس برآمد ہوا، نہ ہی گرفتاری کے وقت وہ کسی نشے میں تھا مگر محض شک کی بنیاد پر اسے گرفتار بھی کیا گیا اور اس کی گرفتاری کو ہائی لائٹ بھی کیا گیا، اس کے بعد میڈیا نے اس خبر کو بریکنگ نیوز بنا کر بحث ومباحثہ کا موضوع بنا دیا، دیکھتے ہی دیکھتے اس کی گرفتاری، اس کی گزشتہ زندگی اور اس کے باپ کو نشانہ بنا کر ایسا ماحول بنایا گیا مانو ملک میں اس سے بڑا موضوع اور مدعا کوئی ہے ہی نہیں۔

اس کے بعد سے ہی این سی بی افسران آریان خان کے واٹس ایپ چیٹ، اس کے پچھلے معاملات اور اس کے دوستوں سے لگاتار پوچھ تاچھ کررہے ہیں، این سی بی افسران ایسے اشارے دے رہے ہیں کہ اس فلمی ایکٹر بیٹے کا تعلق کسی انٹرنیشنل اسمگلنگ گروہ سے ہو، اس درمیان میڈیا بغیر کسی حوالے کے من گھڑت اور فرضی خبریں چلاتا رہا، این سی بی کے افسر اس طرح میڈیا چینلوں پر انٹرویو دے رہے تھے جیسے انہوں نے کوئی بڑا معرکہ سر کرلیا ہو، یاد رہے یہ وہی این سی بی ہے جو بیس ہزار کروڑ روپے کی ڈرگس پر منہ میں دہی جمائے بیٹھی رہی اور بغیر ڈرگس ملے اس فلمی ایکٹر کے بیٹے کو نشانے پر لیے ہوئے تھی، یہ سب محض اس لئے ہورہا تھا کیونکہ اس کے ساتھ مسلم نام جڑا ہوا تھا۔

سین نمبر4

اکتوبر کے دوسرے عشرے ہی میں یوپی کے پرتاپ گڑھ ضلع میں توفیق نامی نوجوان کو پولیس نے ایک کیس کے سلسلے میں حراست میں لیا، اس دوران پولیس کسٹڈی میں ہی اس کی موت ہوگئی، اہل خانہ کے مطابق توفیق کی موت پولیس کی گولیوں سے ہوئی، توفیق ایک غریب خاندان کا چشم وچراغ تھا، کچھ وقت پہلے ہی اس کی شادی ہوئی تھی، ایک بیٹا ہے جو اب یتیم ہو چکا ہے، توفیق کی نو بیاہتا بیوی، بیوہ بن چکی ہے مگر پورے صوبے میں اس بے گناہ کی موت پر مرگھٹ سا سناٹا ہے، میڈیا، قانونی ادارے سب ایسے خاموش ہیں جیسا کچھ ہوا ہی نہیں۔

یہ کیسا انصاف؟

یہ معاملات گزشتہ ایک ماہ کے درمیان واقع ہوئے ہیں، ان میں سے دو کا تعلق حکومت اور اس کے قریبی لوگوں سے جڑے ہیں تو دو تعلق ان لوگوں سے ہے جنہیں مسلمان کہا یا مانا جاتا ہے، اب ان معاملات کا ایک دوسرے سے موازنہ کیجیے اور اس انوکھے انصاف کا کھیل سمجھئے:

اڈانی کی مُندرا پورٹ پر جو ڈرگس پکڑی گئی وہ تین ہزار کلو اور تقریباً بیس ہزار کروڑ کی ہے، یہ ڈرگس افغانستان سے آرہی تھی، یعنی سیدھے طور پر اس کیس میں انٹرنیشنل اسمگلر جڑے ہیں، نشے کی اتنی بڑی کھیپ ملنے کے باوجود این سی بی کا اس کیس میں ٹھنڈا پڑ جانا، میڈیا کا اتنا ہائی پروفائل معاملے پر گونگا بن جانا بغیر کسی دباؤ کے ممکن ہے؟ آخر وہ کون لوگ اور کون سی طاقت ہے جس کے خوف یا اشارے پر اتنی بڑی ڈرگس ملنے کے بعد بھی این سی بی اور میڈیا کا منہ اور تحقیق بند ہے۔

اس کے مقابلے میں مسلم نام کے فلمی ایکٹر کے بیٹے کا کیس دیکھیں کہ اس کے پاس سے ڈرگس برآمد ہوا، نہ ہی وہ نشے میں تھا، مگر این سی بی افسران اسے انٹرنیشنل ڈرگ پیڈلر ثابت کرنے کی جی توڑ کوشش کررہے ہیں، اڈانی پر خاموشی اور فلمی ایکٹر کے بیٹے پر ضرورت سے زیادہ تیزی این سی بی کی غیر جانب داری پر سوالیہ نشان کھڑے کرتی ہے، این سی بی افسران ڈرگس کیسوں میں کس ذہنیت کے ساتھ کام کرتے ہیں اس کا اندازہ فلم انڈسٹری کے ہی دوسرے واقعے سے لگائیں، چند ماہ پیش تر این سی بی نے ٹی وی کامیڈین بھارتی سنگھ اور اس کے شوہر ہرش لمباچیا کو گانجے کے ساتھ رنگے ہاتھوں گرفتار کیا تھا۔

احوال وطن

دونوں کو این ڈی پی ایس کورٹ میں پیش کیا گیا جہاں حیرت انگیز طور پر سرکاری وکیل چھٹی پر تھا۔ ہونا یہ چاہیے تھا کہ دونوں کو حراست میں رکھا جاتا اور اگلے دن دوبارہ کورٹ میں پیش کیا جاتا مگر ایسا نہیں ہوا، جرم پر جرح ہو نہیں سکتی تھی اس لیے وکیل صفائی کی طرف سے ضمانت کی اپیل کی گئی۔ جج صاحب بھی بڑے معاملہ فہم تھے انہوں نے ایک ہی دن میں محض پندرہ ہزار روپے کے مچلکے پر دونوں کو ضمانت دے دی جب کہ شاہ رخ کے بیٹے کو بیس دن گزر جانے کے بعد بھی ضمانت نہیں دی گئی ہے۔ اتنے دن گزر جانے اور این سی بی افسران کی لاکھ کوششوں کے بعد بھی ثبوت کے نام پر ایک پتّا تک نہیں ملا مگر جج صاحبان آریان کو کسی طرح کی رعایت دینے تیار نہیں ہیں۔ کیا آریان "خان" ہونے کی سزا بھگت رہا ہے؟ اس درمیان سرکاری وکیل اور جج صاحبان نہایت مستعدی کے ساتھ احکام کی بجا آوری میں مشغول ہیں۔

□ گورنر ستپال ملک نے کھلے عام امبانی گروپ اور اپنی ہی پارٹی کے ایک لیڈر پر غیر قانونی امور میں ملوث ہونے، کرپشن اور رشوت دینے کا الزام لگایا۔ ایک ذمہ دار شخص نے آن کیمرہ اتنا بڑا بیان دیا مگر ای ڈی (E. D) انکم ٹیکس اور دیگر قانونی ادارے نہ جانے کہاں گم ہوگیے ہیں۔ نظام انصاف مکمل خاموش ہے مگر یہی انصاف اعظم خان کی تعمیر کردہ جوہر یونیورسٹی کی زمین چھیننے اور تعلیمی درس گاہوں کو توڑنے کے بہانے تلاش کر رہا ہے۔ ایک طرف تین سو کروڑ کی رشوت پر مکمل خاموشی ہے تو دوسری طرف اعظم جیسے قدآور لیڈر پر بکری چوری کے الزام میں مقدمہ درج کیا جاتا ہے۔ کہاں تین سو کروڑ اور کہاں معمولی سی بکری! مگر انصاف بکری کے معاملے میں ضرورت سے زیادہ ایکٹو اور تین سو کروڑ کے معاملے پر مون ورَت سادھے ہوئے ہے۔ تین سو کروڑ رشوت کا سرا امبانی اور آر ایس ایس کی طرف جاتا ہے جب کہ بکری کی رسّی "خان" کے گلے میں باندھ دی گئی ہے۔ اس لیے قانون کو بکری کی فکر زیادہ ہے اور تین سو کروڑ کی بالکل فکر نہیں۔

پولیس کسٹڈی میں توفیق نامی نوجوان کی موت پولیس زیادتی کی پہلی کہانی نہیں ہے، گزشتہ کچھ ماہ میں مسلسل پولیس کے ہاتھوں کئی افراد نے اپنی جان گنوائی ہے، گزشتہ مہینے گورکھ پور میں منیش گپتا نامی شخص کو پولیس والوں نے پیٹ پیٹ کر مار ڈالا تھا، وہ تو مرنے والے کی خوش قسمتی کہیے کہ وہ ہندو سماج کا فرد نکلا، جس کی بنا پر تمام سیاسی پارٹیوں اور میڈیا والوں نے پولیس کے خلاف جم کر آواز اٹھائی جس کی بدولت خاطی پولیس افسران کو معطل کیا گیا اور ان کے خلاف مقدمہ بھی درج ہوا، اس کے علاوہ مرنے والی کی بیوی کو سرکاری نوکری اور دس لاکھ کی امدادی رقم بھی دی گئی۔ حکومتی امداد سے پہلے ہی سماج وادی پارٹی کے صدر اکھلیش یادو بھی متوفی کے اہل خانہ کو بیس لاکھ روپے کی امداد دے چکے تھے۔ توفیق کی موت بھی پولیس کسٹڈی میں ہوئی مگر اس کے اہل خانہ کے آنسو پوچھنے کے لیے کوئی سیاسی لیڈر پہنچا نہ حکومت کا کوئی کارندہ۔ نہ ہی ان خاطی پولیس والوں کے خلاف کسی طرح کی کوئی کاروائی ہوئی اور ہونے کی امید بھی نہیں ہے، کیوں کہ آج کل انصاف نام اور مذہب دیکھ کر کیا جا رہا ہے۔ اس لیے توفیق کی بیوہ کی آہیں بھی شاید انصاف کے کانوں تک پہنچ نہیں پائیں گی، پہنچ بھی گئیں تو جانچ اور حقائق کے نام پر اہل خانہ پر نئی مصیبتوں کا دروازہ کھل سکتا ہے۔ کیا کریں نظام انصاف ہے ہی اتنا نازک مزاج کہ اگر اسے ذرا سی ٹھیس پہنچی تو فریادی کی الٹی شامت آسکتی ہے۔ □□□

ص ۵۶ رکا بقیہ..

دین حق کے واسطے قربان جو بھی ہوگئیں
ان کی جانیں ہاں! اے عرفاں! جاوِدانی ہوگئیں

قارئین کرام توجہ فرمائیں

ادارہ ہر ماہ پابندی کے ساتھ آپ کو رسالہ بھیجتا ہے مگر ڈاک کی لاپرواہی کی وجہ سے کچھ لوگوں کو رسالہ نہیں پہنچ پاتا، ایسے ممبران سے التماس ہے کہ ہمیں فون کر کے مطلع فرمائیں تاکہ محکمۂ ڈاک میں شکایت کر کے رسالہ پہنچایا جا سکے۔

احوال وطن

احوال وطن

تریپورہ کے مظلوم مسلمان ہماری امداد کی راہ تک رہے ہیں

از: قاضی مشتاق احمد رضوی نظامی*

تریپورہ مسلمانوں کی مدد کرنا لازم ہے جس طرح سے بھی ہو سکے دامے، درہمے، سخنے، تریپورہ کے مظلوم مسلمانوں کی مدد کرنا اس وقت ہم سب پر لازم ہے۔

بی. بی. سی. نیوز نے تریپورہ کے مسلمانوں پر کھلے عام ہونے والے مظالم کو جس انداز سے دکھایا ہے کسی بھی پتھر دل انسان کے دل میں بھی ہمدردی پیدا ہو ہی جاتی ہے، آج دنیا کا ہر انسان پولیس کی اس بربریت کو دیکھ کر یہ سوچنے پر مجبور ہو رہا ہے آخر یہ تریپورہ کی پولیس انسانوں کی حفاظت کے لئے تعینات ہے یا بھگوا داری گنڈوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں پر ظلم کرنے کی قسم کھائی ہے بی. بی. سی. نیوز کی وہ کلپ جس میں نیوز کے اینکر نے شوٹ کیا ہے، فیضان نامی شخص کو راستے میں پولیس کے ذریعہ اس قدر پیٹتا دکھایا گیا ہے، وہ چلا چلا کر اپنی جان کی بھیک مانگ رہا ہے مگر اس ظالم گنڈے نما پولیس کو اس مظلوم شخص پر ذرہ برابر رحم نہیں آ رہا ہے اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی دکھایا گیا ہے بیچارے نوجوان پولیس اور گنڈوں کی مار کھا کر بے بس زمیں پر لیٹے پڑے ہیں اور ان بے بس نوجوانوں کو پولیس لاتوں سے جوتوں سے مار مار کر ظلم و بربریت کی انتہا کرنے پر تلی ہوئی ہے خیر اتنا تو طے ہے کہ ہندوستان کے جن صوبوں میں بھگوادری گنڈوں کی اکثریت ہے وہاں کی پولیس بھی ان گنڈوں کے ساتھ مل کر ظلم و بربریت کرنے میں ان دنگائی غنڈوں سے بھی زیادہ آگے ہے ان غنڈے نما پولیس سے بچنا مسلمانوں کو ناممکن سا دکھائی دے رہا ہے۔

ایسے حالات اگر مسلمانوں کے ساتھ کسی بھی صوبے میں پیدا ہوں تو یقین جانئے پولیس مسلمانوں کی مدد ہرگز نہیں کرے گی یا تو ظلم کو سہتے سہتے مسلمانوں کو اپنی جان دینی پڑے گی یا پھر جیسے تیسے اپنی جان بچانے دس بیس غنڈوں کی جان لے کر اپنی جان دینی پڑے گی کیونکہ تریپورہ کے حالات کو دیکھ کر ہمیں پولیس پرشاسن اور صوبائی حکومت اور خاص کر مرکزی حکومت پر سے بھروسہ اٹھ چکا ہے اور جہاں کہیں اس طرح کے ظلم مسلمانوں پر ہونے لگتے ہیں وہاں پر ذرا برابر بھی مسلمانوں کو یقین نہیں ہوتا کہ کوئی آ کر ان کو بچائے گا؟ میری طرح ہمدردی جتانے والے بس یہی کر سکتے ہیں کہ ان پر ہونے والے مظالم کے خلاف چند الفاظ لکھ اپنے غم و غصے کا اظہار کریں گے، اس کے علاوہ نہ ہم ان کی جان بچا سکیں گے نہ ان کے جانی مالی نقصان کی کماحقہ بھرپائی کر پائیں گے۔

رہی بات تحفظ حقوقِ انسانی (ہیومن رائٹس) والوں کی وہ بھی برائے نام دنگائی اور ان دنگائیوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں پر ظلم کرنے والی پولیس یا حکومتوں کے خلاف اعلی سطح پر کورٹ کچہریوں میں مقدمات درج کریں گے اور یہ ظالم حکومت کے درندہ نما نمائندے اور ظالم پولیس ادھیکاری چند دنوں کے لئے سسپینڈ تو ہو جائیں گے مگر مسلمانوں کی جانیں تو یہ واپس نہیں کریں گے نہ ان کے گھر بار دکان مکان کی تباہی اور مالی نقصان کی بھرپائی کر پائیں گے، اسی لئے آج بھارت کا مسلمان یہ سوچنے پر مجبور ہو چکا ہے کہ آخر ہم بھروسہ کریں تو کس پر کریں بس بھارت کے مظلوم مسلمانوں کو اگرچہ تھوڑا سا بھروسہ ہے تو اپنی دینی و سیاسی رہنماوں پر ہے۔

ان مظالم کے خلاف مرکزی سطح پر مرکز اہل سنت بریلی شریف سے اقدام ہو چکا ہے، جماعت رضائے مصطفٰے کے نائب صدر جناب سلمان حسن رضوی کی جانب سے علمائے اہل سنت کی سرپرستی و تائد سے ان مظالم کے خلاف آواز بلند ہو چکی ہے مگر ہم یہ چاہتے ہیں کی یہ آواز ملک بھر میں گونجے اور اس آواز کے

* مضمون نگار تنظیم علمائے اہل سنت کرناٹک کے جنرل سیکریٹری ہیں۔

ساتھ ساتھ ملک بھارت کی ہر ایک تنظیم وتحریک جو بنام سنیت کام کر رہی ہے اس کی بھی آواز اس آواز کے ساتھ گونجے تا کہ ایوانِ باطل میں اس آواز سے زلزلہ پیدا ہو، مرکزی سیاسی ودینی قائدین، مرکزی سادات ومشائخ، مرکزی علماو مفتیانِ کرام، ہماری رہنمائی فرمائیں، آگے بڑھیں! زبانی طور پر یا چند اخبارات کی سرخیوں میں اعلانات دے کر ہمیں تسلیاں نہ دیں بلکہ آپ تمام مل کر بھارت کے مسلمانوں کے تحفظ کے لئے (جن کے دلوں میں آپ حضرات کی بے پناہ محبتیں بسی ہوئی ہیں، ان پاکیزہ محبتوں کو مجروح ہونے نہ دیکر) ملکی سطح پر کوئی ایک ایسا لائحہ عمل تیار کریں جس سے بھارت کے مسلمانوں کو اطمینان ہوجائے کہ ہمارے بھی چند ایسے رہبر ورہنما ہیں جو مل جل کر اس برے وقت میں ہماری صحیح طور سے رہنمائی کرتے ہوئے ہم بھارت کے مسلمانوں کی جان، مال اور بال بچوں کی حفاظت کے لئے کوئی ٹھوس اقدام کر سکتے ہیں۔

اگر آنے والے دنوں میں جن سے مسلمان رہبری ورہنمائی کی آس لگائے بیٹھیں ہیں اگر آپ حضرات آگے بڑھ کر مسلمانوں کے جان مال عزت وآبرو کی حفاظت کے لئے ملکی سطح پر کوئی ذمہ داری نہیں لیں گے تو پھر ہم کچھ نہیں کر پائیں گے بس اپنی اور اپنے پریوار اور پڑوسیوں کی جان بچانے کے لئے سرفروشی کا پٹہ اپنے سر پر باندھ کر دنگائی اور گنڈے نما پولیس سے لڑتے لڑتے جان دیدیں گے، اس کے علاوہ ہمارے پاس کوئی چارہ نہ ہوگا، دنیا میں جس کو جو اللہ تعالیٰ نے عزت اور مقام ومرتبہ عطا فرمایا ہے، وہ کل آخرت میں بارگاہِ ایزدی میں اپنا حساب دے کیونکہ ہم ہوتے ہی کون ہیں؟ کی دنیاء میں ہر کسی کا حساب پوچھیں؟ آخر میں میں تمام عالمِ اسلام کے مسلمانوں سے دردمندانہ اپیل کرتا ہوں تریپوری کے مظلوم مسلمانوں کے حق میں اور عالمِ اسلام کے تمام مظلوم مسلمانوں کے حق میں خوب خوب رو رو کر پنج وقتہ نمازوں میں بارگاہِ الاہی میں دعائیں کریں اور اپنی اپنی مساجد مکاتب ومدارس میں اجتماعی دعاوں کا اہتمام کریں۔

اللہ تعالیٰ ان تمام مظلوم شکستہ دل مسلمانوں کی حفاظت فرمائے جو غنڈے نما پولیس کے اور ظالم حکومتوں کے ظلم کا شکار ہو رہے ہیں، تائید غیبی ان مسلمانوں کو عطا ہو اور جو مظلوم اب تلک شہید ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے اہل وعیال کو صبر جمیل واجر عظیم عطا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین نبی الکریم وعلی آلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔

□□□

احساس وطن

ص ۵۲ر کا بقیہ ....

کے رد وابطال اور نظریات حقہ کے اثبات کا مضبوط ذریعہ قلم ہے، حضور اکرم، تاجدار عرب وعجم، اصل کائنات، خلاصۂ موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

''قیامت کے دن علمائے حق کے قلم کی روشنائی شہدا کے خون سے وزن کی جائے گی تو علما کے دوات کی روشنائی شہدا کے خون پر غالب آجائے گی۔'' (الحدیث)

آپ کی کم وبیش ۲ر درجن تصانیف آپ کے وسعت مطالعہ، رِقّت نظر اور آپ کے علم وتحقیق کا شاہکار ہیں، انوارِ ہدایت، احکامِ جنازہ، توصیف عالم پناہ، وغیرہم کتب نظر نواز ہوئیں، انھیں پڑھنے کا شرف حاصل ہوا، آپ کی کتابیں نہایت معلوماتی، نصیحت آموز ہیں، جو عوام وخواص سب کے لیے مفید ہیں، ان کتابوں کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے قلم کا زور، جماعتی اختلاف وانتشار کی راہ پر لگانے کے بجائے قوم کی نبض پر ہاتھ رکھا، اس کی دکھتی رگوں کی تشخیص کی اور آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ، اقوال فقہا، ارشادات اسلاف سے دواؤں کا انتخاب فرمایا۔

آپ موصوف کی تالیفات وتصنیفات کا مطالعہ کریں تو روزِ روشن کی طرح آپ پر واضح ہوجائے گا کہ آپ کے قلم کی ایک ایک بوند میں اہل سنت کی خیر خواہی، ان کے دین ودنیا کی اصلاح وفلاح اور ایمان وعقیدے کی درستگی اور اعمال واحوال کی اصلاح کا جذبہ کار فرما ہے، موجودہ دور میں قوم وملت کے اندر در آئی بے راہ روی اور بے حیائی سے آپ کبیدہ خاطر رہتے ہیں۔

مولیٰ تعالیٰ آپ کی تصنیفات کے فیوض وبرکات کو عام وتام فرمائے، آمین والسلام۔

□□□

(از: مولانا محمد عبدالرحمن القادری*

ارتداد! معنی، حکم، اسباب اور اس سے بچنے کے طریقے

احوال وطن

آج ہم ایک ایسے نہایت ہی اہم اور سلگتے ہوئے موضوع پر گفتگو کرنے جا رہے ہیں جس کی ناری تپش سے صرف ہم اور آپ نہیں بلکہ پورا ہندوستان چمنستان غریب نواز تپ رہا ہے، یہ ایسی آگ ہے جس کی نہ تھمنے والی لپٹوں سے دل وروح جل رہے ہیں اور ان کے کوئلے کا بخار عیون مسلم سے مثل مائے حمیم ارض اشرف الاجسام پر رواں دواں ہے۔

ذرا غور کریں جس سنگ دل ہوا کے ایسے اثرات ہوں کہ جس سے ہنستا کھیلتا موسم بہار کا سرسبز وشاداب چمن، عرب کا خشک ریگستان ہو جائے ؛ وہ امت مرحومہ کے قلوب واذہان پر، ان کے ذہن وفکر پر، سماج، تہذیب وتمدن، ثقافت ورواج پر کیسے سنگین اثرات مرتب کرے گی، آپ اس کا اندازہ بخوبی لگا سکتے ہیں۔

اس مختصر سی تمہید سے آپ یقیناً سمجھ گئے ہوں گے کہ موجودہ وقت میں سرزمین ہند میں کون سا ایسا سنگین فتنہ ہے، کون سا نہ رکنے والا طغیانی سیلاب ہے جس کی طغیانی لہروں میں ہر دن کسی نہ کسی کا آشیانہ بہہ رہا ہے جس کی وجہ سے کم از کم ایک پڑھے لکھے ذی شعور مسلمان کا دل ماتم کدہ بنا ہوا ہے، ہاں تو دل تھام کر سنئے میرے عزیز ساتھیوں وہ فتنہ ”فتنۂ ارتداد“ ہے۔

آئیے سب سے پہلے ہم جانیں کہ ارتداد کیا ہے؟ اس کے معنی کیا ہیں؟ اس کا فتنہ کیسا ہے؟ پھر اس کے اسباب اور حل پر اپنے ناقص علم کے مطابق گفتگو کریں گے، ان شاء اللہ عزوجل۔

ارتداد کا لغوی معنیٰ

ارتداد کے لغوی معنی ہیں "التراجع" یعنی لوٹنا، پلٹنا، واپس ہونا، پھرنا، تو ارتداد عن الدین کے معنی ہوئے ”التخلی، الرجوع عنه“ بے دین ہونا، دین سے پھرنا، دین سے پلٹنا۔

تو اب مرتد کے اصطلاحی معنی ہوئے "وہ شخص ہے جو کہ اسلام کے بعد کسی ایسے امر کا انکار کرے جو ضروریات دین سے ہو، یعنی زبان ایسا صریح کلمہ کفر بکے جس میں تاویل صحیح کی گنجائش نہ ہو، یونہی بعض امور ایسے بھی ہوتے ہیں جن سے انسان کافر ہو جاتا ہے، مثلاً بت کو سجدہ کرنا، مصحف شریف کو نجاست کی جگہ پھینک دینا۔ (درمختار، ج6،ص344، کتاب الجھاد، باب المرتد)

یعنی اسلام کا کلمہ پڑھ کر جو مسلمان ہو جائے اور اس کے بعد کلمہ کفر کہے یا فعل کفر کرے اور اس پر قائم رہے، ایسے شخص کو ”مرتد“ کہتے ہیں، یونہی جو شخص بطور مذاق یا ٹھٹے کے کفریہ کلمہ زبان سے بکے یا فعل کفر کرے، وہ بھی مرتد ہے اگرچہ کہتا ہے کہ ایسا اعتقاد نہیں۔ (درمختار، کتاب الجھاد، باب المرتد، ج6،ص343)

یہ بات ہر ذی شعور پر اچھی طرح سے واضح ہے کہ دین و شریعت مذاق کے لئے نہیں بلکہ نہایت ہی ادب واحترام اور عقیدت ومحبت کے ساتھ اس پر ثابت قدم رہنے کے لئے ہے، اب ذرا دیکھیں کہ ایسے فعل مذموم اور حرکت مردود کے تعلق سے ہمارا رب کریم جل جلالہ وحدہ لاشریک لہ کیا فرماتا ہے، مرتد کے انجام اور اس کی سزائے ابدی کے تعلق سے رب تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

”و من یرتد منکم عن دینه فیمت و هو کافر فأولئك حبطت اعمالهم فی الدنیا والآخرة و أولئك أصحاب النار هم فیها خالدون۔ تم میں جو کوئی اپنے دین سے مرتد ہو جائے اور کفر کی حالت میں مرے اس کے تمام اعمال دنیا وآخرت میں رائگاں ہیں اور وہ لوگ جہنمی ہیں، اس میں ہمیشہ رہیں گے۔“ (سورۃ البقرۃ، آیت 217)

* مضمون نگار دارالعلوم محمدیہ رحمانیہ قادریہ ضلع مدھوبنی بہار کے پرنسپل ہیں۔

یعنی جو شخص اسلام سے پھر کر کفر کو اختیار کرے اور حالت کفر میں مر جائے تو اس کے تمام اعمال، جو کچھ بھلائی کی ہے دنیا وآخرت دونوں جگہوں میں سب برباد ہو جائیں گے، کچھ بھی قابل قبول نہ ہوں گے اور مرنے کے بعد آخرت میں ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا جس میں انہیں ہمیشہ وہمیش رہنا ہوگا، اس ان کو خلاصی نہیں۔

اس آیت کریمہ سے پتا چلا کہ دین برحق اسلام ہی ہے، تبھی تو اس سے پھرنے کی اتنی بڑی سزا ہے، لہٰذا مرتدین کے لئے دنیا وآخرت میں کچھ بھی خیر نہیں بلکہ ان پر اللہ کا قہر وغضب ہے اور بدترین ٹھکانہ ان کی آخری منزل ہے، دوسری جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''یأیها الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینه فسوف یأتی الله بقوم یحبهم و یحبونه اذلة علی المؤمنین اعزة علی الکافرین یجاهدون فی سبیل الله ولا یخافون لومة لائم ذلك فضل الله یؤتیه من یشاء والله واسع علیم۔ اے ایمان والو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے مرتد ہو جائے تو عنقریب اللہ تعالیٰ ایسی قوم لائے گا جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہوگی اور وہ اللہ تعالیٰ کو محبوب رکھے گی، مسلمانوں کے سامنے نرم اور کافروں پر سخت ہوگی، وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے، کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے، یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور وسعت والا علم والا ہے۔'' (سورۃ المائدہ، آیت 54)

اس آیت کریمہ سے ہمیں کئی باتیں معلوم ہوتی ہیں، پہلی بات تو یہ کہ جب تک ہم دین پر قائم رہیں گے تب تک ہی حقیقتاً ہماری بقا ہے، اگر خدانخواستہ شامت نفس دین برحق سے کوئی مرتد ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ اپنے محبوب فرمابرداروں کی نئی قوم پیدا فرمائے، یعنی وہ رب العزت ہم سے بے نیاز ہے، ہاں ہم ضرور بالضرور اس رب ذوالجلال کے ہر حال میں محتاج ہیں۔

دوسرے یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں ہی محبوب رکھتا ہے جو اس کے دین پر قائم رہتے ہیں اور اس کے فرمابردار ہوتے ہیں نہ کہ وہ جو اس کی نافرمانی کرتے ہوئے دین سے دنیا کی گندی ہوس اور قبیح محبت میں پھر جاتے ہیں اور محبوبیت دین پر قائم رہنے میں ہے نہ کہ پھر جانے میں۔

تیسرے یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے محبوبوں کی یہ صفت ہے کہ وہ مسلمانوں سے محبت کرنے والے، آپس میں اتحاد و اتفاق قائم رکھنے والے ہوں گے اور کافروں سے دور رہنے، ان سے نفرت کرنے والے اور ان پر سخت ہوں گے۔

تو اے میرے عزیز ساتھیو! پتا چلا کہ مسلمانوں سے آپس میں محبت کرنا، ان سے گفتگو میں نرم لہجہ اور شریں زبان ہونا اور متحد رہنا اور کافروں سے دور رہنا، دل میں ان کے لئے نفرت رکھنا، غیرت ایمانی کی وجہ سے جو کفر سے ہر مؤمن کو ہوتی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا کا ذریعہ اور سبب ہے۔

اب ذرا غور کریں! جب کافر اصلی کے ساتھ مومنین کو اس طرح کے معاملے کا حکم ہے تو مرتد جو احکام میں کافر اصلی سے زیادہ سخت ہے، اس کے ساتھ معاملات کا کیا حکم ہوگا، یقیناً ہم کو ان سے اور بھی دور رہنا ہوگا، دلوں میں ان کے لئے اور بھی زیادہ نفرت لازم ہے کہ وہ راہ حق پا کر اللہ تعالیٰ ورسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وصحبہ وبارک وسلم کے دشمن اور دین حق کے باغی ہوئے، ان پر اور بھی سخت رہنا ہوگا۔

میرے عزیز ساتھیو! آپ یہ بات بخوبی سمجھ رہے ہوں گے کہ ایک وہ شخص جو دین برحق اسلام میں داخل ہو، پھر اپنے رب کی نعمتوں کا ناشکرا ہو کر دین سے مرتد ہو جائے اس کا کیا اعتبار کہ وہ آپ کے ساتھ وفادار رہوگا، آپ کو دھوکہ نہ دے گا اور آپ کا ساتھ نہ چھوڑے گا، یقیناً کیوں نہیں، بالکل، ضرور بالضرور جو اپنے رب کے دین سے غداری کر سکتا ہے وہ آپ کے ساتھ غداری ضرور کرے گا۔

چوتھے یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے محبوبین کی یہ شان ہے کہ وہ دین حنیف کے تحفظ اور شریعت مطہرہ کی اتباع میں کسی بادمخالف اور ملامتی کی ملامت ومخالفت کی ہرگز پرواہ نہیں کریں گے، بلکہ وہ ہمیشہ شریعت غرہ کی ہی اتباع کریں گے، ہاں تو

میرے عزیزو! اب یہی وقت ہے کہ خدمت دین مبین میں ہمیں کسی معروف ومجہول کی پرواہ نہیں کرنی ہے بلکہ ہمیں صرف اور صرف اللہ ورسول عزوجل، صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وصحبہ وبارک و سلم کی رضا کے خاطر کرنا ہے، ہمیں کسی نرم وسخت کو نہیں دیکھنا ہے ہمیں صرف اور صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ و صحبہ وبارک وسلم کی شریعت کو دیکھنا ہے۔

میرے عزیز قارئین کرام! جب آپ نے ارتداد اور مرتدین کے بارے میں اختصاراً جان لیا تو اب ہم دیکھتے ہیں کہ اس فعل بد کرنے والے دین حنیف کے غدار کے بارے میں ہماری مبارک شریعت ہمیں کیا حکم دیتی ہے؟ اس تعلق سے ہماری شریعت یہ حکم صادر فرماتی ہے کہ مرتد پر اسلام پیش کرنا مستحب ہے، اگر قبول کرے یعنی توبہ کرکے پھر سے اسلام میں داخل ہو جائے تو فبہا ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ (درمختار، ج6 ص353)

کیونکہ اگر ایسے انسان کو قتل نہ کیا جائے تو خواہ مخواہ ملک میں فتنہ فساد مچائے گا اور امن وامان کو خراب کرے گا، لہٰذا اس کو قتل کرنا ہی مقتضائے حکمت ہے۔ (بہار شریعت، حصہ9)

ارتداد کے اسباب

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"یا أیھا الذین آمنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یألونکم خبالا ودوا ما عنتم قد بدت البغضاء من افواھھم۔ اے ایمان والو! غیروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ، وہ تمہاری بربادی میں کوئی کسر نہیں چھوڑیں گے، انہیں وہی چیز پسند ہے جس سے تمہیں تکلیف پہنچے، تحقیق کہ ان کی دشمنی ان کے منھ سے ظاہر ہوگی۔" (سورۂ آل عمران، آیت118)

محترم قارئین کرام! اگر ہم مذکورہ آیت کریمہ میں غور کریں تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ارتداد کی ایک بہت ہی اہم وجہ غیر مسلموں سے اختلاط، ان سے دوستی، ان سے محبت اور ان کو اپنا راز دار بنانا ہے، لفظ ''اختلاط'' بہت ہی بامعنی ہے، اگر ہم غایت نظر سے دیکھیں تو یہ سمجھنا زیادہ مشکل نہیں ہوگا کہ ارتداد کی سب سے اہم وجہ غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات اور میل ملاپ رکھنا ہے۔

ہاں یہ الگ بات ہے کہ یہ اختلاط الگ الگ جگہوں پر الگ الگ صورتوں میں ہے، لیکن ہے اختلاط ہی، مثلاً ان کے ساتھ اٹھنے، بیٹھنے، کھانے، پینے میں اختلاط، ان کا مسلموں اور مسلمانوں کا ان کے گھر آنے جانے میں اختلاط، بلا کسی جھجھک کے ہمارے نوجوانوں کا ان کے ساتھ دوستی کرنے اور بات چیت، ہنسی مذاق کرنے میں اختلاط، کسی بھی طرح کے دنیوی فنکشن میں ان کا اختلاط، اسکول اور کالجس کی تعلیم میں مسلم بچے، بچیوں کا غیر مسلم بچے، بچیوں سے اختلاط، تہذیب وتمدن، ثقافت بلکہ بعض مذہبی امور میں بھی ان کے ساتھ اختلاط وغیرہ، ان میں ہر جگہ اختلاط ہی ہے، اگرچہ صورتیں الگ ہوں مگر ہے اختلاط ہی اور غیروں کے ساتھ اسی اختلاط سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے منع فرمایا ہے کیونکہ یہ ہمارے لئے بہت ہی خطرناک ہے بلکہ دین وایمان کے سلب ہو جانے کا ذریعہ بھی ہے، کیونکہ اگر ہمارے نوجوان ان کے ساتھ کسی طرح کے غیر ضروری رابطے نہ رکھیں تو ہرگز ان سے نہ متاثر ہوں گے اور نہ ہی دین وایمان کے سلب ہونے کا خطرہ بنے گا، آپ غور کریں تو یہ بات بہت واضح ہو جائے گی کہ انہی جگہوں پر مسلم نوجوان بچے، بچیوں کا غیر مسلموں کے ساتھ اختلاط آگے چل کر ارتداد کا سبب ثابت ہوتا ہے۔

غور کریں، خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ غیر مسلم، مسلمانوں کی بربادی ہی کے خواہاں ہیں اور ہماری تکلیف ہی کے متمنی ہیں تو بھلا وہ ہمارے دوست کیسے ہو سکتے ہیں، بربادی کیا ہے یہی کہ پہلے گندی محبت کے جھانسے میں دین سے مرتد کراتے ہیں، نتیجتاً گھر، خاندان، رشتے دار اور پوری قوم سے اس کا بائیکاٹ ہوتا ہے، پھر خود بھی بے یار ومددگار چھوڑ کر فرار ہو جاتے ہیں، اب اس کے بعد اس کے پاس بس دو ہی راستے ہوتے ہیں یا تو خودکشی کرلے یا تو پھر روڈ پر بھیک مانگے اور تکلیف کیا ہے یہی کہ مرتد ہوکر دنیا کی مشقت اور آخرت کے ابدی عذاب میں گرفتار رہتا ہے، تو رب تبارک وتعالیٰ نے ارتداد کا سبب، حکم، انجام اور بچنے کے طریقے سب کچھ بیان کر دے، فتدبروا یا

احوال وطن

اولی الالباب۔

ذرا غور تو کرو کہ اگر ان کو تم سے سچی محبت ہوتی تو یہ خود اپنا باطل دین چھوڑ کر آپ کے دین برحق میں داخل ہوتے نہ کہ آپ کو مرتد ہونے پر مجبور کرتے، ہوش کے ناخن لو! مطلوب کی طلب میں قربانی عاشق دیتا ہے نہ کہ معشوق! اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

''لا تتخذوا المؤمنون الكافرين أولياء من دون المؤمنين۔ مومنین کے لئے جائز نہیں کہ مومنین کو چھوڑ کر کافروں سے دوستی کریں۔'' (سورۂ آل عمران، آیت 28)

کیونکہ ان کی دوستی بہت خطرناک ثابت ہو رہی ہے جیسا کہ مشاہدہ ثابت ہے۔

ارتداد کے اسباب

1 کم علمی اور جہالت، دین کا صحیح علم نہ ہونا۔

2 دین سے دوری، باصلاحیت اور صاحب اثر علما ومشائخ سے رابطے بالکل نہ رکھنا۔

3 گھروں میں دینی ماحول کا نہ ہونا۔

4 غیر مسلموں کے رسم ورواج طور، طریقے اور ان کی تہذیب وتمدن کا تیزی سے مسلم معاشرے میں بڑھنا۔

5 بلا جھجھک غیر مسلموں سے اختلاط ان کے ساتھ غیر ضروری تعلق اور رابطے رکھنا، ان کے ساتھ اپنی باتیں شیئر کرنا، ان کے مختلف کاموں میں آنا جانا اور ان کا بھی مسلمانوں کے گھر بلا روک ٹوک آنا جانا، ارتداد کا یہ وہ اہم سبب ہے جو آگے چل کر اس کی بنیاد ثابت ہوتا ہے۔

6 گھروں میں ٹی وی، ویڈیو اور موبائل کے رواج کا تیزی سے بڑھنا، جس میں مختلف قسم کے عریانیات وفواحشات کے مناظر دیکھنا، غیروں کے رسم ورواج کو دیکھ کر اثر لینا خاص کر ان کے معبودان باطلہ کی پرستش کے مناظر کا مشاہدہ کرنا جس کے بہت ہی برے اثرات بچوں کے ذہن پر مرتب ہوتے ہیں۔

7 غیر مسلموں کی نفرت کا جھوٹے اخلاق کے نام پر ہمارے دلوں دماغ سے ختم ہونا اور نوجوانوں کے دلوں میں تیزی سے ان کی گندی محبت کا بڑھنا، یہ بھی قوم کے لئے زہرے قاتل ہے۔

فتنۂ ارتداد کے حل کے کچھ طریقے

1 والدین گھر میں دینی ماحول بنائیں آزاد خیالی اور غیروں کے طریقے سے بالکل گھروں کو پاک رکھیں۔

2 بچوں کی صحیح دینی تعلیم اور عمدہ تربیت کا انتظام کریں۔

3 والدین ٹی، وی یا موبائل پر نا ہی خود کوئی فلم، ڈرامہ یا سیریل دیکھیں اور نا ہی بچوں کو دیکھنے دیں، کیونکہ فلموں، ڈراموں سے ہمارے گھروں میں فحاشی اور عریانیت داخل ہوتی ہے، فلموں اور ڈراموں میں معبودان باطلہ کی پرستش دکھائی جاتی ہے جس سے ہمارے بچے لاشعوری طور پر متاثر ہوتے ہیں، ڈراموں میں مصیبت زدہ فرد معبودان باطلہ سے مدد مانگتا ہے اور اس کا کام ہو جاتا ہے جس سے بچے لاشعوری طور پر متاثر ہوتے ہیں، لہٰذا گھر بیٹھے انکو ان شرکیہ کاموں کے دیکھنے سے روکیں۔

4 روزانہ گھر کے تمام افراد جمع ہو کر پندرہ منٹ ایک جگہ بیٹھے اور دینی بات کریں، درود شریف کی محفل سجائیں ہو سکے تو دس منٹ آن لائن یا آف لائن دینی درس کا اہتمام کریں، یقین جانے تھوڑی مدت میں دینی ماحول بن جائے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

5 کفار ومشرکین کی بری باتوں سے ان کو آگاہ کریں، ان کے معبودان باطلہ سے خود بھی نفرت کریں اور بچوں کو بھی نفرت دلائیں، کفار کے تیوہار اور رسومات سے سخت اجتناب کریں اور اور بچوں کو بھی دور رکھیں، ان کے ساتھ تال میل بڑھانے سے منع کریں اور اگر کوئی کر بیٹھے تو سخت تنبیہ کریں یونہی نہ چھوڑ دیں۔

6 علمائے اہل سنت ومشائخ کرام سے خود بھی اچھے رابطے رکھیں اور بچوں کو بھی ان کی صحبت میں رہنے اور ان سے تعلقات بنانے کی تنبیہ کریں۔

7 اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وصحبہ وبارک وسلم کی محبت پیدا کیجئے، اسلام کی نشر واشاعت میں جن مجاہدین نے مصائب وآلام برداشت کیے بچوں، بچیوں کو ان کی تاریخ بتائیں، جن مستورات نے بڑھ چڑھ کر اسلام کی خدمت کی اور ہر طرح سے قربانیاں دیں ان کی بھی تاریخ سے

آگاہ کیجئے، ایمان پر ثابت قدم رہنے والے مجاہدین کی سیرت بھی بتائیں اور ایمان سے پھرنے پر عذاب و وعید بتائیں۔

8 بلوغت کے بعد جلد از جلد کا اہتمام کیجئے، پڑھائی کا بہانہ بنا کر بالکل شادی میں تاخیر نہ کیجئے۔

9 شادی سے پہلے بچیوں کو ہرگز موبائل نہ دیجئے اور اگر دے رکھا ہے تو اس کو چیک کرتے رہیں ساتھ ہی بچیوں کے فرنڈس کے بارے میں مکمل معلومات رکھیں، اگر کوئی بھی قابل اعتراض بات نظر آئے تو فوراً تنبیہ کریں۔

10 ماں بچیوں کے ساتھ دوستانہ ماحول بنائیں اور ان کے روز مرہ کے حالات جاننے کی کوشش کریں، پھر ان میں کوئی بھی قابل گرفت بات نظر آئے تو فوراً ناصحانہ انداز میں محبت کے ساتھ تنبیہ کریں۔

11 گھر کے بڑے ذمہ دار افراد والد یا بھائی وغیرہ بچیوں کو اسکول لانے لے جانے کا کام کریں اور ٹیچرس سے بھی کہیں کہ ان کا خیال رکھیں اور لڑکوں سے دوستی ہرگز نہ کرنے دیں۔

12 خالص دینی تربیت کریں، اگر آج آپ ہی اپنے بچوں کی تربیت پر توجہ نہ دیں گے تو کل یہی بچے آپ کی عزت کو خاک میں ملا کر آپ کو ذلت و رسوائی کے گڑھے میں ڈھکیل دیں گے۔

13 قوم کے باثروت اور اہل خیر حضرات بھی اپنی قومی اور ملی ذمے داری کا ثبوت دیں اور بچیوں کی تعلیم کے لئے عظیم اسکول اور کالجس کھولیں جہاں پر دینی و عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ بہترین اسلامی تربیت کا بھی انتظام کیا جائے۔

14 بیواؤں کے لئے بھی مناسب رشتے کا انتظام کیا جائے، شادیوں کو سستا کیجئے ہو سکے تو اجتماعی شادیوں کا انتظام کیجئے تا کہ بچیوں کی شادی میں تاخیر نہ ہو۔

جہیز کی لعنت کو ختم کریں۔

15 بگڑتے ہوئے رشتوں کو بنانے کی کوشش کریں تا کہ جلد از جلد گھر آباد ہو سکے۔

یہ چند طریقے ہیں جو میری ناقص رائے میں مؤثر ثابت ہو سکتے ہیں نے لکھے اس کے علاوہ حالات و زمانے بقیہ ص ۹ ر پر

احوال وطن

(از: ایم آزاد (ایم اے)

موجودہ نعت خواں، خطیب اور قوم وملت کا طرزِ عمل

احوال قوم وملت

ایک صبح جیسے ہی میں نے فیس بک کو دیکھا تو ایک صاحب بصیرت شخصیت کی یہ پوسٹ باصرہ نواز ہوئی، جس میں انھوں نے لکھا تھا:

''میں یہ بات علیٰ وجہ البصیرۃ کہہ رہا ہوں کہ جو کام کئی خطیبوں اور علمائے کرام نے مل کر نہیں کیا، وہ کام فلاں نعت خواں نے تنہا کیا ہے۔''

یہ پوسٹ دیکھ کر ہم حیرت و استعجاب کے سمندر میں نہ صرف ڈوبے بلکہ غوطے کھانے لگے، پھر کچھ سوچ سمجھ کر اس پوسٹ پر درج ذیل تبصرہ کر دیا، کچھ اضافے کے ساتھ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ ع

شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

عرض یہ ہے کہ یہ تقابل ہی درست نہیں کیونکہ جتنا ہماری قوم نے ان نعت خواں صاحب کو نوازا ہے، اگر اتنا 10 مخلص علمائے دین کو پیش کیا ہوتا تو یہ علمائے کرام ان سے 100 گنا زیادہ کام کر کے دکھاتے، ایک ہی محفل میں نعت خواں کو 50 سے 60 ہزار روپئے اور اسی محفل میں عالم دین کو 2 سے 5 ہزار روپئے دیئے جائیں، کتنی عجیب وغریب بات ہے اور کیسی اہل علم کی ناقدری ہے، پھر نعت خواں سے کسی دینی وعلمی سرگرمی کا کوئی تقاضا بھی نہیں؟ نعت خواں ساری دنیا گھومے پھرے، ہر سال حج عمرے کرے، بڑی بڑی گاڑیوں پر سفر کرے اور پرآسائش گھروں میں رہے کوئی مضائقہ نہیں، کوئی سوال یا اعتراض نہیں۔

جبکہ ہماری قوم عالم دین کو دو تین ہزار پیش کرتی ہے اور اسی سے مطالبہ ہے کہ وہ پانچ نمازوں کی امامت بھی کرے، جمعہ بھی پڑھائے، سارا دن مدرسہ بھی پڑھائے، دار الافتا میں بیٹھ کر فتویٰ بھی لکھے، واٹس ایپ پر اور ملاقاتوں میں عوام کو شرعی مسائل بھی بتائے، کتابیں بھی تحریر کرے، درس قرآن اور درس حدیث بھی دے، دم درود بھی کرے اور تعویذات بھی دے اور نہ جانے کتنے ہی دینی کام انھیں علمائے کرام کے ذمہ ہیں، بلکہ نعت خواں اور نقیب حضرات جو غلطیاں کریں ان کی وضاحتیں اور جواب دہی بھی اسی کے سر ہوتی ہیں، مساجد و مدراس کے انتظامیہ کی غلامی بھی وہی کرے اور دو دو ٹکے کے لوگوں کی باتیں بھی سنے اور آخر میں ہم علی وجہ البصیرۃ یہ کہہ دیں کہ ایک نعت خواں نے جتنا کام کیا بہت سارے علمائے کرام بھی نہ کر سکے۔

بہر حال ہماری نظر میں یہ تقابل ہی درست نہیں، یاد رہے ہماری مراد مخلص علمائے کرام ہیں، پیشہ ور خطیب وجعلی پیر نہیں! مجھ سمیت بہت سارے اہل علم کا یہ تجربہ ومشاہدہ ہے کہ ایک چھوٹا سا ادارہ بنانے اور اسے چلانے کے لیے روزانہ کی بنیاد پر کس قدر محنت کرنی پڑتی ہے اور نعت خوانوں کو عالی شان گھر، بہترین گاڑی اور لاکھوں لاکھ دینے والے سیٹھوں کی کتنی منتیں سماجتیں کرنی پڑتی ہیں، تب جا کر مدارس اور علمی اداروں کے ماہانہ اور سالانہ اخراجات نکلتے ہیں اور سیٹھوں کے علاوہ عام عوام سے بھی بڑی مشکل سے چندہ نکلتا ہے، ہماری اکثر عوام بھی عرس، قوالی اور نعت خوانی پر تو پانی کی طرح پیسہ بہاتی ہے مگر مدارس کا کوئی پرسان حال نہیں۔

کاش! ہم نعت خوانوں کا بھی آڈٹ کریں کہ قوم نے جو آپ کو لاکھوں، کروڑوں اور اربوں روپئے دیئے ہیں، آپ نے اس سے کون سا دینی کام کیا؟ کون سا ویلفیئر چلا رہے ہیں اور

کتنی مسجدیں، مدارس اور دینی ادارے بنائے یا چلائے جارہے ہیں؟ اب تو محافل کا بھی برا حال ہوتا جارہا ہے، نعت خوانی بڑھ گئی ہے جبکہ تقاریر و بیانات کا رجحان کم ہوتا جارہا ہے، ہمارے بعض بڑے نعت خواں جہاں تشریف لاتے ہیں، وہاں سے بیان اور علمائے دین مائنس ہوجاتے ہیں، بس کوئی جاہل پیر کرسی صدارت کی زینت بنا ہوتا ہے اور جہاں تقریر و بیان ہوتا ہے تو نعت خوانوں کی کثرت کے سبب خطیب کو بہت کم وقت میسر آتا ہے کیونکہ علمائے دین ان کے وقت اور روزی روٹی میں رکاوٹ بن جاتے ہیں، ابھی رات ہی کی بات ہے، ایک محفل میں جانا ہوا، ایک اچھے نعت خواں کو تقریباً 35 منٹ سنا، اتنے میں ایک اور اچھا پڑھنے والے تشریف لے آئے تو صاحب محفل بولے ”حضرت! صرف پانچ دس منٹ بیان کر لیجیے۔

اے کاش! نعت خوانی کرانے والے سیٹھ اور انجمنیں اپنے یا دوسرے علاقے میں قائم مدارس اور دینی اداروں کا بھی دورہ کرلیا کریں جن کے منتظمین، مدرسین کس مپرسی میں گزر بسر کررہے ہیں اور کبھی وقت ملے تو دین سکھانے والے اپنی مساجد کے سفید پوش ائمہ اور خطبا کا حال بھی پوچھ لیا کریں تا کہ پتا چلے کہ ان کا مہینہ کیسے گزرتا ہے؟ اور ان سے یہ جملہ نہ کہا کریں کہ: حضرت! بس آپ حکم کریں، بلکہ عملی طور پر ان کی خدمت کریں اور علمی و دینی کاموں میں ان کے دست و بازو بن جائیں پھر دیکھیں یہ مخلص اہل علم آپ کی مالی سپورٹ سے کتنا کام کر کے دکھاتے ہیں۔

کیا آپ کو پتا ہے کہ بڑے بڑے صنعتی شہروں میں بھی شاید چند ہی مسجدیں ہی ایسی ہوں گی جن کے اماموں، خطیبوں اور بعض مدارس و جامعات کے مدرسین کی ماہانہ تنخواہ گورنمنٹ کی طرف سے مقرر کردہ ایک مزدور کی تنخواہ کے برابر ہوگی اور باقی ہزاروں اماموں اور مدرسین حضرات کی سیلری اتنی بھی نہیں اور دوسرے شہروں کا حال اس سے بھی ابتر ہے۔

یہ حال ہے ان حضرات کا جن کو ہم ”وارثین انبیا“ کہتے ہیں جبکہ ہمارے بعض نعت خواں بھائی صرف ایک رات میں دو پروگراموں کے ایک لاکھ روپئے وصول کر کے ہماری بصارت اور بصیرت کو چار گنا بڑھا کر چلتے بنتے ہیں اور ہم انھیں کو دین کا ٹھیکہ دار بنا کر صبح بوقت فجر بستر پر، نہ سیٹھ، نہ حاضرین مسجد میں اور نہ نعت خواں موصوف! اور ہمارے طعن و تشنیع کے زہر آلود تیر کھانے والا فجر میں چند بوڑھے نمازیوں کے ساتھ مصلے پر کھڑا کہہ رہا ہوتا ہے، اللہ اکبر۔

نوٹ: یاد رہے کہ یہ تحریر و تبصرہ صرف ایک درد دل ہے جس کا مقصد صرف بعض خرابی کی نشاندہی کرنا اور انہیں اہل سنت سے دور کرنا ہے، نہ کہ کسی کی دل آزاری کرنا واللہ العظیم! نہ ہی اس تحریر کا مقصد کسی خاص نعت خواں کی ذات پر اعتراض کرنا ہے، اللہ رب العزت سب کو قبول حق کی توفیق رفق عطا فرمائے، امین۔

ص ۵۶ رکا بقیہ..................................

یہ حضرتِ خسرو کا تاثر ہے، بقا کے
ہر خواب کی تعبیر ہیں محبوبِ الٰہی
قول اہل بصیرت کا ہے تسلیم و رضا کے
آثار کی تعمیر ہیں محبوبِ الٰہی
ہے علمی تبحر پہ فدا علمی تبحر
اغلاق کی تیسیر ہیں محبوبِ الٰہی
جو مٹ نہ سکے سینۂ تاریخ سے قدسی
بے مثل وہ تحریر ہیں محبوبِ الٰہی

□□□

ص ۵۶ رکا بقیہ..................................

حصار توڑ دے حق کا بھلا ہے دم کس میں
کھڑے ہیں بن کے وہ مہمان حجۃ الاسلام
سبق دیا ہے زمانے کو جاں نثاری کا
زمانہ آپ پہ قربان حجۃ الاسلام
ہو تھوڑی چشمِ عنایت غریب گوہر پر
ہیں آپ واقعی سلطان حجۃ الاسلام

□□□

احوال قوم وملت

(از: محمد میاں مالیگ، لندن *

عید میلاد پر جدید معترضین کو جواب

۲۲ راپریل ۲۰۰۵ء کے ہفت روزہ نوائے وقت لندن میں عید میلاد پاک کے تعلق سے کسی مفتی عبدالرشید احمد کا ایک مضمون شائع کرایا گیا ہے جس میں مضمون نگار نے لکھا ہے کہ:

''دورِ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں نہ عید میلاد تھی، نہ اس کے جلسے جلوس اور نہ ہی یہ خود پکاؤ اور خود کھاؤ والی ایصالِ ثواب کی شکم پرستی، لہٰذا آج کے مسلمانوں میں رائج عید میلاد کی رسومات بدعات ہیں یعنی جہنمی، دوزخی، ناری کام۔'' (مفہوماً)

اس لئے منکرین فضائل رسالت سے ہمارا سوال ہے کہ آپ کا وضع کردہ یہ غلط اور من گھڑت اصول کیا کھوٹا اور ناممکن العمل اصول اور قاعدہ نہیں؟ یعنی کیا یہ فرض ہے؟ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جتنے بھی معروفات اور اوامر پر عمل پیرا رہنے کی مسلمانوں کو تلقین وتاکید فرمائی ہے وہ ضرور ہی دورِ صحابہ میں بعینہٖ ہو بہو موجود رہے ہوں، تب ہی جنتی، فردوسی اور نعیمی کام ہوں گے، ورنہ بدعت اور جہنمی ودوزخی وناری کام۔

جواب عنایت ہو کہ دورِ صحابہ میں کیا اتنی وسعت اور اتنی گنجائش ہے؟ کہ یہ قیامت تک ہونے والے تمام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تمام ہی اشکال وامثال کا احاطہ کر رہا ہے، مثال کے طور پر دیکھئے ناں! عہدِ نبوت میں قرآن کریم یا عہدِ صحابہ میں صحاح ستہ بلکہ احادیث نبوی کی کوئی بھی صحیح یا غیر صحیح، سچی یا غیر سچی کتاب ہرگز ہرگز یکجا کتابی شکل میں موجود نہ تھی، پھر بھی منکرین فضائل رسالت ان کو شیر مادر بنائے بیٹھے ہیں۔

ایسے ہی چودھویں صدی کے دیابنہ کے شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب سہارنپوری کی فضائل کی کتابوں کا عہد صحابہ میں پنج وقتہ نمازوں کے بعد سننے سنانے یا تبلیغی جماعت میں ہفتے میں ایک دن، مہینے میں تین دن، برس میں ایک چلہ اور زندگی میں تین چلے دینے کا صحاح ستہ تو کیا کسی کمزور سے کمزور اور ضعیف سے ضعیف حدیث میں بھی کوئی ثبوت نہیں موجود۔

لیکن کتنے تعجب بلکہ افسوس اور دکھ کی یہ بات ہے کہ منکرین فضائل رسالت اپنے مولاناؤں کی ابداع واختراع کردہ ان صریح بدعات اور جہنمی ودوزخی اور ناری کاموں کو تو گلے کا ہار سمجھتے پھر رہے ہیں لیکن ہمارے پیارے آقا و مولیٰ سیدنا محمد رسول اللہ ارواحنا فداہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یافت پر خوشی ومسرت اور بہجت وانبساط کے اظہار کو بہر صورت اور بہر حال عہد صحابہ میں موجود نہ ہونے کی ہلکی پھلکی پھسپھسی بنیاد پر بدعت اور جہنمی و دوزخی اور ناری کام قرار دینے پر بضد اور مصر ہیں، فیاللعجب! بلکہ یہ ماتھا پیٹنے اور ماتم کرنے کا ہی مقام ہے کہ منکرین فضائل رسالت اس غم میں تو بلاشبہ گھلے اور پھنکے جا رہے ہیں کہ عہد صحابہ میں اس کی نظیر موجود نہ ہونے کے باوجود مومنین فضائل رسالت اپنے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یافت کی خوشی کیوں منا رہے ہیں؟

لیکن انہیں خود اپنی یہ نویں سیرت، دسویں دعوت، گیارہویں ختم نبوت اور بارہویں توحید وسنت کانفرنسیں نظر نہیں آتیں، جو دیکھتے ہی دیکھتے ہماری دودو آنکھوں کے سامنے بالکل ابھی ابھی چند برس پہلے منکرین فضائل رسالت نے ابداع واختراع کی ہیں اور جن کے ثبوت قرآن واحادیث میں سوفی صد عنقا ہیں، خصوصاً کانفرنس کا لفظ تو اندھے سے اندھا مولوی بھی صحاح ستہ میں ہرگز ہرگز نہیں دکھا سکتا یا اگر اس موقع پر ہمارا حساب کتاب اور ہمارا میتھا میٹکس کچھ کمزور اور ضعیف نظر آرہا ہو تو منکرین فضائل رسالت سے درخواست ہے کہ دو اور دو چار کی طرح موجودہ ترقی یافتہ ایٹم کے زمانے میں جبکہ ایٹم کو بھی تقسیم کر کے اس کی تقسیم در تقسیم ہو

رہی ہے، پرونان اور پھر اس کے کوارکس نکالے جارہے ہیں کوئی منکر فضائل رسالت ثابت کرے کہ یہ پہلی سیرت، دوسری دعوت، تیسری ختم نبوت اور چوتھی توحید و سنت کانفرنسیں عہد صحابہ سے بالکل متصل ہیں اور ان میں اور دور صحابہ میں کوئی بعد اور دوری اور فصل نہیں، چشم ما روشن دل ماشاد! ورنہ ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ ؎

شرک و بدعت کی وارداتیں آہ
اب خلاصی نہیں کسی پل بھی

بن رہے ہدف عوام سمیت
عقل والے بھی اور پاگل بھی

آگے چل کر مفتی صاحب نے اپنے بیان میں یہ گہرافشانی بھی فرمائی ہے کہ:

''عید میلاد کے موقع پر مسلمانوں کا ایصال ثواب سارا کر کرا کے یہ رہ گیا ہے کہ بس دیگیں، پکاؤ، قورمے پیٹ میں اتارو، مرغیاں اڑاؤ پھر ان کو ہضم کرنے کے لئے اوپر سے سوڈے کی بوتلیں چڑھاؤ۔'' (مفہوماً)

تو اس کے جواب میں عرض ہے کہ کھانا پینا انسان کی فطری حاجت ہے، موت میت یا کتنے ہی بڑے سونامی سے کیوں نہ پالا پڑ جائے، کوئی انسان بلکہ جانور بھی کھانے پینے سے مستثنیٰ نہیں رہ سکتا، لیکن کتنے غضب کی بات ہے کہ مفتی صاحب کو کسی بھی موقع پر کسی کے بھی کھانے پینے پر کوئی افسوس کوئی دکھ اور کوئی رنج نہیں، ہاں دکھ ہے، افسوس ہے، رنج ہے تو اس بات کا ہے کہ مومنین فضائل رسالت جہنم کے ابدی عذاب سے نجات دلوا کر جنت کی ابدی راحتوں سے نہال فرمانے والے اپنے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یافت پر خوشیاں کیوں منا رہے ہیں؟ کھلا پلا کیوں رہے ہیں؟ ان کے گیت کیوں گا رہے ہیں؟ ان کے فضائل کیوں بیان کر رہے ہیں؟ اللہ کے بنائے ہوئے محمد (۳:۱۴۴+۳۳:۴۰+۴۷:۲+۴۸:۲۹) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف کیوں بیان کر رہے ہیں؟ اللہ اللہ! خداوند کریم تو قرآن پاک میں مسلمانوں کو یہ امر فرمائے کہ:

''مومنو! اللہ کے احسان اللہ کی نعمت اللہ کے فضل اور اللہ کی رحمت کی یافت پر فرحت و بہجت کا مظاہرہ کرو، ان کا ذکر کرو، ان کو یاد کرو۔'' [۳:۱۶۴+۱۰:۵۸+۹۳:۱۱] (مفہوماً)

لیکن مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ کے فضل، اللہ کی نعمت، اللہ کے احسان اور اللہ کی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یافت کی خوشی میں کھانا کھلانے والے ان کے گیت گانے والے اور ان کے فضائل بیان کرنے والے بدعتی ہیں، جہنمی ہیں، دوزخی ہیں، ناری ہیں، اس لئے کہ عہد صحابہ میں ایسا نہیں ہوتا تھا یا اس لئے کہ صحاح ستہ کی کتب میں ان کا کوئی ثبوت نہیں موجود، انا للہ وانا الیہ راجعون، پھر بیان کے آخر میں مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ:

''اتنی بات تو یقینی ہے کہ عید میلاد کے نام پر ہونے والی ان ساری خرافات اور ان سارے ہنگاموں کا عہد صحابہ میں کوئی اتا پتہ نہ تھا اور یہ بہت بعد کی پیداوار ہیں۔'' (مفہوماً)

اس لئے ہماری تمنا مچل رہی ہے کہ کاش کوئی منکر فضائل رسالت ہی از راہ انصاف عقل سے کام لیتے ہوئے مفتی صاحب کے نمائندوں سے پوچھ لے کہ منکرو! جیسے عید میلاد پاک کا عہد صحابہ میں کوئی اتا پتا نہ تھا اور یہ بہت بعد کی پیدوار ہے یا جیسے عید میلاد کے موقع پر تلاوت قرآن پاک، درودخوانی، نمازوں کی باجماعت ادائیگی، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، دیگیں پکانا، پیٹوں میں قورمے اتارنا، مرغیاں اڑانا اور پھر ان کو ہضم کرنے کے لئے سوڈے کی بوتلیں چڑھانا کفر ہے، شرک ہے، حرام ہے جہنمی، دوزخی اور ناری کام ہے، بالکل ایسے ہی تمہاری ابداع واختراع کردہ درج بالا کانفرنسوں میں بھی تو یہی سب کچھ بعینہٖ ہو بہو سوفی صد ہوتا ہے، یعنی یہ ساری علتیں وہاں بھی تو موجود ہیں، پھر تمہاری یہ کانفرنسیں بھی کیوں کفر و شرک و بدعت اور جہنمی و دوزخی اور ناری کام نہیں؟

جواب دو کہ تم لوگوں کو آخر صرف اور صرف آمنہ کے لال فاطمۃ الزہرا کے والد گرامی وقار اور جنتیوں کے سردار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہی اتنی ضد، اتنی دشمنی، اتنی بقیہ ص ۱۳/ پر

از: مولانا حسن نوری گونڈوی*

آخر اکابر دیوبند کیا تھے؟

نوازیات قلم

آپ اس سوال کو ہلکا پھلکا سوال نہ سمجھیں، درجنوں کتب علمائے دیوبند کی دیکھ چکا، سمجھ نہیں آتا کہ انہیں کیا کہوں؟ جب دیوبندیوں کے ''حجۃ الاسلام'' نانوتوی کو دیکھا تو وہ بچوں کے کمر بند کھول رہے تھے، سوچا تھانوی صاحب ''حکیم الامت'' ہیں ان سے ملتے ہیں، ان کو پڑھنا شروع کیا تو جناب مسخرہ پن میں اپنا ثانی نہیں رکھتے، جناب خود ہی لکھتے ہیں کہ بچپن میں بھائی کے سر پر پیشاب کیا تھا۔

پھر سوچا چلو دیوبندی ''قطب عالم'' مولوی رشید گنگوہی سے ملیں، ممکن ہے ان کی عادت مذکورہ بالا مولویوں سے اچھی ہو، یقین جانئے، پڑھنے لگا تو مارے شرم کے کتاب ہی بند کرنی پڑی، رشید گنگوہی صاحب تو سارے دیوبندی سے آگے نکل گئے، آس جناب دن دہاڑے اپنی خانقاہ میں نانوتوی کو لٹا کر سینے پر ہاتھ رکھ کر ''عاشق صادق'' ہونے کا ثبوت دے رہے ہیں، صداقت یہاں تک پہنچی کہ جناب نے ہی فرمایا:

''نانوتوی کے ساتھ میرا نکاح ہوا اور مجھے وہی لذت ملی جو ایک بیوی سے شوہر کو ملنا چاہیے۔''

پھر تو سر پکڑ کر بیٹھ گیا، سوچنے لگا کہ آخر اکابر دیوبند کیا تھے؟ کیسے خود کو مولوی اور شیخ کہلاتے تھے؟ ایسی بے حیائی تو زنخے بھی نہیں کرتے جو خود کو مولوی کہلانے والے ان گستاخوں نے کی ہے، پھر دل نے کہا ایک بار اور پڑھو، میں نے سوچا چلو مان لیا کہ دیوبندیوں میں شرم وحیا نام کی کوئی چیز نہیں، کیوں کہ تھانوی صاحب ہی کہتے ہیں کہ وہابی بے ادب ہوتا ہے، اب دیکھیں ان میں انسانیت کا کوئی عنصر بچا ہے یا نہیں؟ پھر ذہن میں عنوان قائم کیا، آخر اکابر دیوبند کیا تھے؟ سب سے پہلے میں نے ''اکابر کا مقام تواضع'' نامی کتاب کا ص 204 دیکھا تو حیران رہ گیا، تھانوی صاحب کہتے ہیں کہ:

''مسلمان اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک خود کو کافر فرنگ سے بدتر نہ سمجھے۔''

دل بھر آیا کتاب سائڈ میں رکھ کر دوسری کتاب ''ارواح ثلاثہ'' اٹھائی، سوچا یہ کرامات پر مبنی کتاب ہے ممکن ہے، تسلی ملے، پڑھتے پڑھتے ص 118 پر پہنچا تو دیکھ کر مزید حیرانی بڑھ گئی کہ سید احمد رائے بریلوی انسان کے بجائے کتا نکلا اور وہ بھی بدصورت کتا، پھر سوچنے لگا کہ گنگوہی، تھانوی، نانوتوی اور سید احمد رائے بریلوی سب کو دیکھ لیا، پڑھ لیا، کوئی کمر بند کھولتا ہے تو کوئی بھائی کے سر پر پیشاب کرتا ہے تو کوئی دن دہاڑے خانقاہ ہی میں اپنے شاگرد سے ازدواجی تعلقات سے قائم کرتا ہے، پھر سر پکڑ کر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ آخر اکابر دیوبند کیا تھے؟

خیال رہے دیوبندی علما کو پرکھنے کے لیے انہی کی کتابوں کو پڑھا گیا ہے اور ہر جگہ حقیقی معنی ہی مراد لیا گیا کیونکہ دیوبندی ساجد خان نقشبندی، جس کی ہم کر رہے ہیں نس بندی، اس نالائق نامراد نے حضور امام اہل سنت اعلی حضرت رضی اللہ تعالی عنہ کا مشہور زمانہ شعر ؎

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضاؔ
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

اس کے اوپر ٹائٹل دیا ''آوارہ کتا'' اور تبصرہ میں لفظ کتے کو حقیقی معنی میں لیا، جب دیوبندی مجازی معنی لیتے ہی نہیں تو اب ہم حقیقی کتا بنا کر ہی چھوڑیں گے، ساجد دیوبندی سن لو۔ ؎

نہ صدمے تم ہمیں دیتے نہ یوں فریاد ہم کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

❊ ❊ ❊

از: مولانا شمیم اختر مصباحی*

مجاہد ملت کی دینی وملی خدمات

اسلاف واخلاف

امام التارکین حضرت مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمن قادری عباسی علیہ الرحمہ (ولادت ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۴ء— وصال ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء) اپنی گونا گوں صلاحیت، مجاہدانہ عزیمت، مومنانہ بصیرت، علم وفن میں مہارت، کردار وعمل کی پاکیزگی و طہارت اور سرکار دوعالم ﷺ سے والہانہ محبت وعقیدت میں اپنی مثال آپ تھے، حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ ان نفوس قدسیہ میں سے تھے جنھوں نے اپنی پوری زندگی دین حق کی نشر واشاعت، رسول گرامی وقار ﷺ کی عظمت ورفعت کا پرچم بلند کرنے، قوم وسماج کی فلاح وبہبود اور خدمتِ خلق کے لیے قربان کردی تھی، آپ کا دل ہمیشہ قوم کی فلاح و بہتری کے لیے بے تاب رہتا تھا، آپ نے اپنی حیاتِ مستعار میں بہت سی دینی، ملی، سماجی اور اصلاحی خدمات انجام دی ہیں، ذیل میں آپ کی خدمات کا مختصر سا جائزہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔

آل انڈیا تبلیغ سیرت

حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ ایک زندہ دل مردم قلندر تھے، آپ ہمیشہ قوم مسلم کی سربلندی، ہمہ جہت ترقی اور فلاح وبہبود کے لیے فکر مند رہتے تھے، چناں چہ آپ نے قومی وملی ضرورت کے پیش نظر درس گاہی زندگی کو خیر اباد کہہ کر میدان عمل میں کود پڑے، چوں کہ یہ برطانوی سامراج اور تقسیم ہند کے بعد کا دور تھا، مسلمانوں کا بااثر طبقہ ہندوستان سے ہجرت کر کے پاکستان جاچکا تھا اور مسلمانوں کا دینی اور ملی شیرازہ بکھر چکا تھا، ایسے ماحول میں حضور مجاہد ملت اور اکابر علمائے کرام نے مسلمانوں کی صالح رہنمائی، مسلم معاشرے میں دینی اقدار و مذہبی جذبات بیدار کرنے اور سیرت مصطفی کی شمع فروزاں کرنے کے لیے ”کل ہند تبلیغ سیرت“، جیسی تابناک مستقبل کی حامل تنظیم کی بنیاد ڈالی اور مدت العمر اس کی صدارت فرماتے رہے۔

اغراض ومقاصد آل انڈیا تبلیغ سیرت

(۱) مسلمانوں کے اصلاح عقائد و اعمال وتنظیم و اتحاد کی کوششیں۔

(۲) ہر زبان جس میں اسلامیات کا عظیم الشان ذخیرہ ہے اس کی بقا وتعلیم کی تدبیریں۔

(۳) اصلاح وترقی مدارس، تمام مدارس دینیہ کو منظم کر کے ان کے نصاب میں یکسانیت پیدا کرنے کی صورتیں۔

(۴) مساجد ومقابر اور خانقاہوں اور مسجدوں وقبرستانوں کو ہر قسم کی دست برد سے بچانے اور ان کو ان کے مصرف پر لگانے کے لیے جدو جہد۔

(۵) اشاعت وتبلیغ، انجمن کے مقاصد سے روشناس کرانے کے لیے پریس اور اخبار جو کانفرنس کا ترجمان ہو جاری کرنے کی تدبیریں اور ملک کے ہر حصہ میں انجمن کی شاخوں کے بڑھانے کے لیے جد جہد۔

مذکورہ بالا اغراض ومقاصد کی تہہ میں پنہاں حضرت مجاہد ملت کے سوز دروں کو پڑھا اور محسوس کیا جاسکتا ہے، کس طرح کا درد اور فکر اپنے اندر رکھتے تھے! اس سے آپ کی ہمہ جہت کوششوں اور تحریکی خدمات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، بہرحال تبلیغ سیرت کی تنظیمی ڈھانچہ تشکیل دیتے ہوئے، اس کا مرکزی دفتر الہ آباد میں قائم کیا گیا اور متعدد صوبوں میں اس کی شاخیں قائم ہوئیں، ہر جگہ سے وسیع پیمانے پر کام کرنے کے لیے زبردست تحریک چلائی گئی، جابجا دینی اجلاس کے ذریعہ لوگوں کے ایمان وعقائد کی حفاظت کی گئی اور علاقائی، صوبائی اور ملکی سطح پر مسلمانوں کو درپیش مسائل اور حقوق کی بات اٹھائی گئی، اس تحریک نے

* مضمون نگار مرکزی دار القراءت، جمشید پور، جھارکھنڈ کے استاذ ہیں۔

اپنے محدود وسائل کے باجود زبردست کامیابی حاصل کی، ایک محتاط اندازے کے مطابق اس وقت ۳۰۰ سے زائد مدارس و مکاتب اس کے تحت چل رہے تھے اور اس کے تحت گشتی جلسوں کا انعقاد وسیع پیمانے پر کیا گیا جس کے ذریعہ سیرت مصطفیٰ ﷺ کو گھر گھر پہچانے کی کوشش کی گئی، یقیناً اس نے سرزمین ہند میں ملت اسلامیہ کی نمایاں خدمات انجام دی جو آب زر سے لکھنے کے لائق ہے۔

خاکساران حق

حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ صرف ایک دینی و مذہبی پیشوا نہیں تھے بلکہ آپ ایک سچے قائد و رہنما تھے، آپ نے معاشرتی، رفاہی امور کی انجام دہی اور فرقہ وارانہ فسادات کے روک تھام کے لیے ۱۳۹۲ھ/ ۱۹۷۲ء میں ایک رفاہی تنظیم "خاکساران حق" کے نام سے قائم کی، جس نے مختلف موقع پر بلا لحاظ مذہب و ملت انسانی فلاح و بہبود کی بے مثال خدمات انجام دی، آپ نے پوری زندگی اس کی امارت و قیادت فرمائی، اس کا خاکی رنگ کا ڈریس کوڈ متعین کیا اور دفاع کے لیے ہاتھ میں "بیلچا" کا تصور پیش کیا، یہ خاکساران حق قدرتی آفات، فرقہ وارانہ فسادات کے وقت، بزرگوں کے اعراس کے موقع پر اور دینی و مذہبی کانفرنسوں کے لیے نیم فوجی دستہ کی طرح رضا کارانہ کام کرتی تھی، ذمہ داری سنبھالنے سے پہلے باضابطہ اس کا پریڈ ہوتا تھا اور حضرت کی پر جوش تقریر ہوتی تھی، خدمات کے آداب و اصول بتائے جاتے تھے۔

اس نے ۱۹۸۰ء میں مرادآباد کے مسلم کُش فرقہ وارانہ فساد میں اپنی جان و مال کی بازی لگا کر مسلمانوں کو تحفظ فراہم کیا اور اسی طرح فیروزآباد فرقہ وارانہ فساد میں بروقت مورچہ بندی کی وجہ سے مسلمان ایک بڑے جانی مالی نقصان سے دوچار ہونے سے محفوظ رہے، یقیناً یہ اپنے آپ میں زبردست کام تھا، اگر نوجوان نسل نے اسے کشادہ قلبی سے قبول کیا ہوتا اور اس کی رکنیت حاصل کر کے اسے فروغ دینے کی کوشش کی ہوتی واقعی یہ ایک نمائندہ رفاہی و فلاحی تنظیم ہوتی، لیکن ہم دوسروں کی رفاہی تنظیموں کے متعلق گفتگو کرتے ہیں اور پڑھتے ہیں لیکن اپنے اسلاف کی خدمات کو فراموش کیے ہوئے ہیں۔

مجاہد ملت اور سیاست

حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ نے قوم مسلم کی ترقی، فلاح اور بہبود کے لیے صالح پاکیزہ سیاست بھی کی ہے، آپ دین کا درد اور ملت کی تڑپ رکھنے والے مدبر و دانا سیاست داں تھے، آپ نے ہمیشہ حق کی لڑائی لڑی اور پوری زندگی حق کے لیے آواز بلند کرتے رہے، آپ "افضل الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر" کے سچے علمبردار تھے، دینی معاملات ہو یا دنیوی ہر وقت حق و انصاف کا شیوہ اپنائے رکھتے تھے، کبھی بھی ذاتی منفعت کا پاس و لحاظ نہ رکھا نہ کبھی ارباب حکومت سے مرعوب ہوئے، آپ کانگریس کی گندی اور جانب دارانہ سیاست سے اچھی طرح واقف تھے اور ہر محاذ پر اس کے مکروہ چہرے کو بے نقاب کرتے رہے۔

اس کی مثال سماعت فرمائیں جس میں آپ کی حق گوئی اور بے باکی کو دیکھا جا سکتا ہے، ۱۹۷۷ء عام چناؤ سے پہلے آپ نے ایک وفد (جس میں مولانا ناصر فاخری الہ آباد، حاجی شریف احمد خاں پیلی بھیت، مشتاق احمد خاکسار فیض آباد شامل تھے) کے ساتھ پرائم منسٹر ہاؤس نئی دہلی میں آر کے دھون، بنسی لال، عبدالرحمن انتولے وغیرہ سے ملاقات کی اور بلا خوف وخطر ببانگ دہل فرمایا:

> "تیس سال سے جتنے فسادات ہوئے، سب کانگریس نے کرائے، جتنے بچے یتیم ہوئے اور جتنی عورتیں بیوہ ہوئیں، سب تمہاری پارٹی اور پولس نے کیا، میں تمہاری پارٹی میں شریک ہونے نہیں آیا ہوں صرف ایک دینی ضرورت کے تحت یہاں آیا ہوں۔"

اس طرح کی کئی مثالیں موجود ہیں، ہم غیروں کی سیاسی تاریخ اور سیاسی لیڈران کے متعلق پڑھتے اور بیان کرتے رہتے ہیں لیکن اپنے اسلاف کی تاریخ کو بھولا بیٹھے ہیں، یہ ایک زندہ قوم کی مثال نہیں، میں بتا تا چلوں کہ مجاہد ملت علیہ الرحمہ ایک مجاہد

آزادی بھی تھے اور تحریک آزادی میں برابر کے شریک تھے لیکن جس طرح تحریک آزادی میں کانگریس کو سربراہی حاصل تھی، اسی طرح آزادی کے بعد بھی پورے ملک میں کانگریس ہی کی حکومت بنی؛ اس لیے کانگریس سے جڑے لیڈران ہی مجاہدین آزادی اور فریڈم فائٹر کہلائے۔

حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ نے انگریز حکومت کے ذریعہ ۱۹۳۰ء میں نافذ کیے گئے "واٹر ٹیکس" کے خلاف احتجاج کیا اور ضلع بھدرک میں ان کی قیادت فرمائی، جس کی وجہ سے آپ جیل گئے اور قوم کی خاطر صعوبتیں برداشت کیں اور مسلسل برطانوی سامراج کے خلاف آواز بلند کرتے رہے لیکن خود کو کسی سیاسی پارٹی سے انتساب نہیں کیا نہ ہی کسی سیاسی پارٹی کے آلۂ کار بنے، اگر یہ واقعہ کسی کانگریسی لیڈر کے ساتھ پیش ہوتا تو وہ فریڈم فائٹر ہوتا، بہر حال آپ نے قوم کی فلاح بہبود کے لیے سیاست میں حصہ لیا لیکن آپ نے کبھی بھی قوم کا سودا نہیں کیا، یقیناً آپ کی ذات آج کے مسلم قائدین کے لیے نمونہ ہیں جو چند ٹکوں میں اپنی ضمیر کا سودا کر دیتے ہیں۔

حبیب المطابع اور مکتبۃ الحبیب

حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ ہمہ جہت شخصیت تھے، آپ دین وسنیت کے فروغ کے لیے ہر طریقۂ کار کو بروے کار لانے کی کوشش کرتے تھے، آپ نشر واشاعت اور کتب ورسائل کے تقاضوں سے اچھی طرح واقف تھے جیسا کہ آپ نے تبلیغ سیرت کے پانچ نکاتی اغراض ومقاصد میں ملاحظہ کیا، آپ نے اس کی اہمیت پر پوری توجہ فرمائی کہ نشر واشاعت کے سلسلے میں ایک پریس بھی نصب کیا جائے اور شاندار مکتبہ بھی قائم کیا جائے۔

چنانچہ آپ نے جامعہ حبیبیہ کے لیے انگلینڈ سے ایک "لیتھو پریس" منگوایا مگر چوں کہ اس وقت جامعہ میں نصب کرنے کے لیے معقول بندوبست نہ تھا؛ اس لیے یہ پریس ایک عرصہ تک ایک مقامی شخص کی تحویل میں رہا، پھر جب جامعہ میں مستقل ایک کمرہ تیار ہو گیا تو اسے جامعہ میں نصب کیا گیا "حبیب المطابع" کا نام دیا گیا اور مکتبۃ الحبیب کے نام سے ایک مکتبہ قائم کیا گیا، درسی وغیر درسی کتابوں کی اشاعت عمل میں آئی، اس نے اپنے معیاری طباعت سے اپنا ایک امتیازی حیثیت حاصل کیا، یقیناً اپنے آپ میں یہ ایک شاندار اور منفرد کام تھا۔

عصری اداروں کا قیام

حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ علم دوست انسان تھے، آپ کو علما و اہل علم سے گہرا لگاؤ اور بڑی محبت تھی؛ اس لیے آپ نے علم خواہ دینی ہو یا عصری، کی نشر واشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، مدارس، مساجد، اسکول اور کالج کی تعمیر وترقی میں اپنا مال خرچ کیا، اپنے مریدین ومتوسلین کی توجہ اس جانب مبذول کرائی، دھام نگر ہائی اسکول، دھام نگر کالج، بھگوان پور ایم. ای. اسکول، ڈھن باڑ اسکول کے قیام میں آپ نے زمینیں وقف کیں اور مالی تعاون بھی فرمایا۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی درگاہ کو غیر مسلم قابضین سے آزاد کرایا ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کا روح فرسا واقعہ پیش آیا، اس کے بعد بڑی تعداد میں مسلمانوں نے نقل مکانی کی، اپنے املاک اور اوقاف چھوڑ کر پاکستان ہجرت کر گئے، باز آباد کاری کے نام پر غیر مسلم مہاجروں کو مسلمانوں کے املاک مل گئے اور بعض جگہ انھوں نے خود ہی قبضہ کر لیے۔

اسی طرح انھوں نے محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے مزار مقدس کو بھی اپنے قبضہ میں لے لیا، ادھر مجاہد ملت علیہ الرحمہ کو خبر ہوئی تو آپ بہت پریشان ہوئے چوں کہ اس وقت تقسیم ہند اور فرقہ ورانہ فساد کی وجہ سے حالات کشیدہ تھے، جوں ہی حالات سازگار ہوئے تو آپ نے کوششیں تیز کر دی کیوں کہ مسلم اوقاف کی حفاظت وصیانت آپ کی مشن کا حصہ تھا۔

بالآخر ایک مشہور سیاسی لیڈر جناب سکندر بخت صاحب کی مدد سے درگاہ کو قابضین سے آزاد کرایا اور خاص اپنی جیب سے خرچ کر کے مزار شریف کی گنبد کو دوبارہ تعمیر کرایا۔ (ملخصاً)

(تبلیغ سیرت کا مجاہد ملت نمبر، ص ۳۶۵)

□□□

بتیسویں قسط

از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

ملفوظات تاج الشریعہ

صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کے ارشادات وفرمودات کو ''ملفوظات'' کے نام سے جانا جاتا ہے، ہر دور میں صالحین اور اولیائے کاملین کے ارشادات وفرمودات قلم بند کرنے یا انھیں محفوظ کرنے کی روایت رہی ہے تاکہ آنے والی نسلیں ان سے رشدو ہدایت کی روشنی حاصل کرسکیں، صوفیائے کرام کے ارشادات وفرمودات اگرچہ سادہ ہوتے ہیں مگروہ ایسے مؤثر اور معنی خیز ہوتے ہیں کہ ان کا ایک ایک جملہ دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے، ان کا ایک ہی جملہ کسی بھی قوم کی تقدیر بدل ڈالنے کی صلاحیت رکھا ہے، کسی شاعر نے ان کی اسی صفت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔ ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود　　　گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

حضور تاج الشریعہ نے سوال وجواب کا یہ سلسلہ جنوری ۲۰۰۵ء میں شروع کیا جو مسلسل ۲۰۱۶ء تک جاری رہا، یعنی پورے ۱۲ر سالوں تک یہ زرّیں سلسلہ جاری وساری رہا، اس دوران آپ نے کم وبیش ۷۰۰۰ر ہزار سوالوں کے جوابات ارشاد فرمائے جو یقیناً ہماری آنے والی نسلوں کے لئے ایک عظیم سرمایہ ہیں، ''ملفوظات تاج الشریعہ'' صرف مئی ۲۰۱۰ء سے اکتوبر ۲۰۱۰ء تک کے سوالات وجوابات پر مشتمل ہے، یعنی حضور تاج الشریعہ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے گیارہ سالوں کے جواہر پارے ریکارڈنگ کی شکل میں ابھی باقی اور محفوظ ہیں، ان شاء اللہ الرحمٰن وہ بھی کتابی صورت میں قارئین کرام کے مطالعہ کی میز پر ہوں گے، راقم الحروف ارباب علم ودانش سے التماس کرتا ہے کہ ''ملفوظات تاج الشریعہ'' میں اگر کوئی شرعی خامی یا غلطی نظر آئے تو اسے ناقل ومرتب کی غلطی تصور کرتے ہوئے ادارے کو مطلع فرمائیں تاکہ اس کی اصلاح کی جاسکے، راقم اس کی بتیسویں قسط قارئین سنی دنیا کی نذر کررہا ہے۔

احقر محمد عبد الرحیم نشترؔ فاروقی

ملفوظات

گزشتہ سے پیوستہ

۵ر ستمبر ۲۰۱۰ء، بریلی شریف، ہند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعزیتی پیغام

پچھلے دنوں مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے تین (۳) خلفا، مفتی عبد الرحیم بستوی، علامہ مفتی فیض احمد اویسی اور مفتی غلام سرور قادری صاحب انتقال فرما گئے، حضرت کی طرف سے تعزیتی کلمات:

اب تمام سوالات سے پہلے جو اہم بات ہے وہ یہ ہے کہ حضور مفتی اعظم ہند نور اللہ مرقدہٗ کے جلیل القدر خلیفہ اور ان کے ملازم سفر وحضر، سفر وحضر میں ان کے ساتھ ایک مدت تک رہنے والے اور رضوی دار الافتاء جو حضور مفتی اعظم ہند نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ کی یادگار ہے بلکہ وہ اعلیٰ حضرت نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ کی یادگار ہے اعلیٰ حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے رضوی دار الافتاء قائم فرمایا تھا اور اس کا نگراں حضور مفتی اعظم ہند نور اللہ مرقدہٗ کو بنایا تھا اور اعلیٰ حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے بعد رضوی دار الافتاء کے سب کچھ حضور مفتی اعظم ہند نور اللہ مرقدہٗ رہے وہ رضوی دار الافتاء جو ہمارے بچپن سے ہم نے اپنی ہوش کی آنکھ سے اس کو دیکھا اس میں خدمت کرنے والے اور حضور مفتی اعظم ہند نور اللہ مرقدہٗ کی کفش برداری کرنے والے ان کے مرید ان کے خلیفہ حضرت مولانا

قاضی محمد عبد الرحیم بستوی رضوی قادری جو رضوی دار الافتاء کے بعد منظر اسلام میں ایک مدتِ معینہ تک اور خاصی مدت تک وہاں پر خدمتِ افتا اور فقہ انجام دیتے رہے پھر مرکزی دار الافتاء جو اس فقیر کی نگرانی میں چلتا ہے اور جس کو قائم کرنے کی توفیق اس فقیر کو ہوئی، اس دار الافتاء میں وہ اٹھائیس (۲۸) انتیس (۲۹) سال تک خدمت انجام دیتے رہے وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو پیارے ہو گئے اللہ تبارک وتعالیٰ ان پر رحمت کی بارش فرمائے۔

اس کے بعد پے در پے یہ معلوم ہوا کہ پاکستان میں حضرت مولانا فیض احمد صاحب اویسی جو حضور مفتی اعظم ہند نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ کے خلیفہ تھے مجھے آج سوالات کے ذریعے سے یہ معلوم ہوا ویسے میں یہ نہیں جانتا تھا اتنا ضرور جانتا تھا اور ملاقات میری ان سے بارہا ہوئی وہ رضویت میں اور مسلک اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ میں، جہاں تک میری دانست کا تعلق ہے جہاں تک میں جانتا ہوں وہ مسائل رضویت میں اور مسلک اعلیٰ حضرت میں اور مسلک اعلیٰ حضرت صرف عقائد کا نام نہیں ہے بلکہ مسلک اعلیٰ حضرت مسائل رضویت کا بھی نام ہے اور سچی حنفیت کا بھی نام مسلکِ اعلیٰ حضرت ہے تو مسلکِ اعلیٰ حضرت اس بکل المعنی الکلمہ وہ مسلکِ اعلیٰ حضرت پر سختی سے قائم تھے اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کے نادیدہ عاشق تھے اگرچہ انہوں نے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کا دیدار نہیں کیا اور پنجاب میں میں نے بہت سے ایسے لوگوں کو دیکھا کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کے سلسلے میں مرید نہیں دیدار نہیں کیا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کا لیکن نادیدہ ان کے عاشق اور نام سنتے ہی جھوم جانے والے اور جان فدا کرنے والے لوگوں کو میں نے دیکھا اور ان میں عوام تو عوام بڑے بڑے علما جن کی ملاقات میں نے کی وہ اس کے اندر شامل ہیں حضرت مولانا فیض احمد اویسی علیہ الرحمۃ انہی لوگوں میں سے تھے ان کا بھی ماضی قریب میں ابھی حال میں انتقال ہو گیا اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ایک صاحب اور غلام سرور قادری ان کو بھی مفتی اعظم علیہ الرحمہ سے خلافت تھی ان کے بارے میں بھی سُنا کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

ان کے بارے میں اور زیادہ کچھ نہیں کہوں گا بہر حال جو مسلمانانِ اہل سنت وجماعت اور خصوصاً علمائے اہل سنت و جماعت جو اس دنیا سے رخصت ہو گئے ان کا جانا عالم اسلام کے لئے اور دنیائے سنیت کے لئے ایک بڑا نقصان ہے خصوصاً قاضی عبد الرحیم صاحب بستوی کا جانا خود میرے لئے اور میرے دار الافتاء کے لئے یہ ایک عظیم نقصان ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اُن سب کی مغفرت فرمائے اور رمضان کی برکت سے اللہ تبارک وتعالیٰ ہم جتنے حاضرین ہیں یہاں پر اور جہاں جہاں مسلمانانِ اہل سنت وجماعت اس پروگرام کو سن رہے ہیں اور جو سن رہے ہیں اور جو نہیں سن رہے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ سب کی مغفرت فرمائے اور سب کو ایمان وسنت پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور سب کا ایمان پر خاتمہ فرمائے۔

عرض... ۱: میری ماموں زاد بھابھی سے کسی بات کو لے کر جھگڑا ہوا تھا تو میں نے قرآن شریف پر ہاتھ رکھ کر اس سے بات نہ کرنے کی قسم کھائی تھی پھر مجھے افسوس ہوا کہ میں نے قرآن شریف پر ہاتھ رکھ کر قسم کیوں کھالی اور اب میں شرمندہ ہوں اور قسم توڑنا چاہتی ہوں رہنمائی فرمائیں؟

ارشاد...: قسم کھانا اگر آپ نے یہ سمجھا ہے کہ قرآن پر ہاتھ رکھا اور یوں کہا کہ میں فلاں سے بات نہیں کروں گی تو یہ قسم شرعی نہیں ہے اور اگر یوں کہا کہ قرآن کی قسم یا خدا کی قسم یا خدا کی ذات یا اس کی کسی صفت کی قسم کھائی تو قسم شرعی ہو گئی اب اس صورت میں قسم توڑنے کا حکم ہے اگر قسم کھائی کسی ایسی بات پر حدیث میں یہ آیا ہے کہ اگر کسی بات پر قسم کھائی اور پھر اس کو پتا لگا اس نے یہ جانا کہ اس کا کرنا اس کے لئے بہتر ہے شرعاً یا اس کا کرنے کا حکم ہے تو اپنی قسم توڑ دے اور اس کا کفارہ دے لہٰذا آپ کو یہ حکم ہے کہ آپ اپنی قسم توڑیں اور اس کا کفارہ دیں اور بہن سے اپنی بات کریں۔

عرض... ۲: ایک مرتبہ میں نے ایک حدیث پڑھی کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے موئے مبارک کی بے حرمتی کفر ہے، کیا آپ

ملفوظات

ملفوظات

مجھے اس حدیث کا حوالے دے سکتے ہیں؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: جہاں تک تنقیص سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے وہ بے شک کفر ہے لیکن اس حوالے سے کوئی خاص حدیث اس وقت مستحضر نہیں۔

عرض... ۳: میرے منہ سے نکل گیا کہ اللہ (عزوجل) شرابی کو بیٹی دیتا ہی کیوں ہے معاذ اللہ کیا یہ کلمۂ کفر ہے؟ میں نے تجدید ایمان تو کرلیا ہے تجدید بیعت بھی فرمادیں۔

ارشاد...: تجدید ایمان کرلیا ہے اگر بیوی رکھتے ہیں تو تجدید نکاح بھی کریں اور تجدید بیعت کے لئے یہ ہے کہ ان کو سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں داخل کیا جاتا ہے۔

عرض... ۴: کیا روزہ گھر میں افطار کرسکتے ہیں یا مسجد میں کرنا بہتر ہے؟ ہم سب فیملی کے ساتھ گھر میں افطار کرتے ہیں مغرب کی اذان کے بعد مسجد میں جاتے ہیں کس طرح روزہ کھولنا افضل ہے؟

ارشاد...: دونوں باتوں کا اختیار ہے فیملی کے ساتھ اگر روزہ کھولنے کی عادت ہے اور فیملی کے ساتھ حسنِ نیت کے ساتھ اگر بچوں کے ساتھ اور بیوی کے ساتھ افطار کرتا ہے تو ثواب اس کا ملے گا بشرطیکہ جماعت نہ چھوٹے اور اگر اس بات کی حرص ہے کہ جماعت مجھے مل جائے اور وہاں پر مسجد میں جو اہل اللہ ہیں نیک لوگ ہیں ان کے ساتھ میں افطار کروں ان کی برکت ملے اس لحاظ سے یہ افضل ہے۔

عرض... ۵: میں زکاۃ دینا چاہتا ہوں، اگر میں سونے کی قیمت لگاتا ہوں تو اس شخص کو جسے زکاۃ دینی ہے اس کے پاس اتنا پیسہ نہیں ہے لیکن جب میں چاندی کی قیمت لگاتا ہوں تو اس شخص کے پاس اتنا پیسہ ہے تو کیا میں ایسے شخص کو زکاۃ دے سکتا ہوں؟

ارشاد...: دے سکتے ہیں جب کہ وہ چاندی کے نصاب کا مالک ہونے کے باوجود اس کو وہ رقم اس کے پاس اس کی حاجت اصلیہ سے اور دین سے فاضل نہ ہوا گر یہ صورت ہے اس صورت میں وہ فقیر ہے اس کو زکاۃ دی جاسکتی ہے اور اگر چاندی کے نصاب کا وہ مالک ہے لیکن وہ اس کی حاجت اصلیہ سے فاضل ہے اور دین سے فاضل ہے اور وہ کما کر اپنا پیٹ بھر لیتا ہے اور وہ محتاج سوال نہیں ہے تو اس کو زکاۃ نہیں دینا چاہئے۔

عرض... ۶: اکثر گھروں میں دیکھا گیا ہے کہ باتھ روم کے ساتھ ٹوائلٹ ملا ہوا ہوتا ہے اور لوگ وضو بھی اسی میں کرتے ہیں تو کیا اگر ہم وضو کررہے ہوں تو وضو کی دُعا نہیں پڑھ سکتے اور اس سے قرآن کی آیتوں کی بے حرمتی ہوگی؟

ارشاد...: ٹوائلٹ اٹیچ ہوتا ہے لیکن اب جو ٹوائلٹ باتھ روم کے ساتھ بن رہے ہیں وہ کافی صاف ستھرے ہوتے ہیں اور وہاں پر نجاست نہیں ہوتی اس صورت میں اگر وہاں پر وضو کررہا ہے تو دل میں تو کبھی منع نہیں ہے کہیں منع نہیں ہے مزید احتیاط کرنا چاہتا ہے تو آہستہ زبان سے وضو وغیرہ کی دُعا اور جو ذکر ہے وہ کرسکتا ہے اس میں حرج نہیں۔

عرض... ۷: اگر کسی کی صبح سحری میں آنکھ نہ کھلی اور فجر کے بعد نیند کھلی تو کیا نیت کرنے سے روزہ ہوجائے گا؟ کیا اس میں کوئی کراہت ہوگی؟

ارشاد...: نیت دل کے ارادے کا نام ہے اگر اس نے یہ ارادہ کیا تھا کہ میں کل روزہ رکھوں گا تو اس کی نیت ثابت ہے اور وہ نیت اس کی رات سے ہے اگر اس وقت اس نے نیت نہیں کی تھی دل میں ارادہ نہیں تھا تو اب جب اس کی آنکھ کھلی، حکم علما یہ دیتے ہیں ضحویٰ کبریٰ تک کسی شخص نے کھایا پیا نہیں ہے اور اس دن رمضان ثابت ہوگیا مثلاً یہ ثابت ہوگیا شہادت شرعیہ سے کہ آج پہلی رمضان ہے تو اگر اس نے کھایا پیا نہیں ہے تو ضحویٰ کبریٰ سے پہلے پہلے وہ نیت کرسکتا ہے اور کھانا پینا چھوڑ دے اس کا روزہ ہوجائے گا بدرجہ اولیٰ، یہاں پر اسی وقت سے جب سے فجر شروع ہوا نہارِ شرعی اس نے نیت کرلی روزہ ہوجائے گا۔

عرض... ۸: حضرت میری بیٹی کا نام اقرا ہے اور وہ آپ کی مرید ہے مجھے کسی نے بتایا کہ اقرا نام نہیں رکھنا چاہئے، آپ کوئی نام بتادیجئے، دُعا کی گزارش!

ارشاد...: قدسیہ نام رکھ لیں۔

عرض... ۹: ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے والد نے ہمارا عقیقہ

نہیں کیا ہے اتفاق سے ہماری اہلیہ کا بھی عقیقہ نہیں ہوا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کے رحم وکرم سے ہمیں ایک لڑکا بھی ہوا ہے، اس وقت وہ ایک سال تین مہینے کا ہے ہمیں اس کا عقیقہ کرنا ہے تو ہم کیسے کریں؟ جب کہ ہمارا اور ہماری اہلیہ کا بھی عقیقہ نہیں ہوا کیا ایسا کوئی راستہ ہے جس میں ہم تین لوگوں کا (ہمارا، ہماری اہلیہ کا اور ہماری اولاد کا) عقیقہ ایک ساتھ نمٹا سکیں جیسا کہ ہم قربانی کے وقت ایک گائے پر سات (۷) لوگوں کا نام دے سکتے ہیں؟

ارشاد...: حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی پیدائش کا شکر ادا کرنے کے لئے حدیث میں آتا ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنا عقیقہ فرمایا اور یہ عقیقہ شکر ولادت ہے والدین نے اگر نہیں کیا اب اس شخص کو یاد آیا حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کے اس فعل کا یاد کرکے اُس سنت کا اجرا کرے اور شکرِ ولادت ادا کرے یہ صورت ہوسکتی ہے اس صورت میں گائے یا کوئی بڑا جانور اس میں تین حصے عقیقے کے ہوسکتے ہیں۔

عرض...۱۰: ہمارے امام صاحب کی شلوار ٹخنوں سے نیچے رہتی ہے روزانہ پانچوں وقت کی نماز اسی حالت میں پڑھاتے ہیں کیا نماز میں کوئی کراہت تو نہیں ہوگی؟ اور تراویح کے لئے کیا حکم ہے؟

ارشاد...: نماز میں کراہتِ تنزیہی ہے اور کوئی سخت حکم اس میں نہیں ہے۔

''اسبال الرجل ازاره أسفل من الكعبين ان لم يكن للخيلاء ففيه كراهة تنزيه كذا في الهندية۔''

(فتاویٰ ہندیہ، ۵/ ۳۳۳) عالمگیری میں یہ ہے کہ آدمی اگر اپنے تہبند کو ٹخنوں سے نیچے رکھتا ہے اور گھمنڈ کی نیت نہیں ہے تو یہ مکروہِ تنزیہی ہے۔''

البتہ ان کو چاہئے کہ اس سے احتراز کریں کہ اکثر لوگ اس کو ناجائز اور حرام جانتے ہیں تہمت سے بچنے کے لئے اور لوگوں کو جوان کے بارے میں ایک خیال ہوتا ہے اُس خیال سے ان کو محفوظ رکھنے کے لئے یہ چاہئے ان صاحب کو کہ اس سے احتراز کریں۔

عرض...۱۱: اگر کوئی شخص پیشاب کرنے کے ایک سے دو گھنٹے بعد تک قطروں کے مرض میں مبتلا ہو کیا اسے ہر فرض نماز میں کپڑے بدلنے چاہئیں یا وہ پانچوں فرض نمازیں انہیں کپڑوں میں نئے وضو کے ساتھ پڑھ سکتا ہے؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: کوئی شخص مستقل طور پر مرض میں مبتلا ہے تو اس صورت میں اس کو کپڑے تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں، وہ اس خاص جگہ کو دھولے اور انہی کپڑوں میں نماز ادا کرے اور وہ ہر فرض نماز کے لئے وضو کرے جب اس کا وقت داخل ہو۔

عرض...۱۲: رویت ہلال کی کچھ تفصیل بتائیے؟ اگر کوئی مسلم ملک میں رویت ہلال کو نہیں مانے اور اس ملک میں رویت ہلال ہی نہیں ہو اور رمضان اور عید کا اعلان کردے جو لوگ اس ملک میں آباد ہیں ان پر کیا حکم ہے؟ کیا انہیں رمضان اور عید کا اعلان قبول کرلینا چاہئے؟

ارشاد...: یہ حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف ہے حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا:

''صوموا الرؤيته افطر و لرؤيته فان غُبِّيَ عليكم، فاكملوا عدة شعبان ثلاثين۔ (صحیح البخاری، ۳/ ۲۷) چاند دیکھ کر رمضان شروع کرو اور چاند دیکھ کر رمضان ختم کرو، عید کرو اور اگر تمہیں چاند (نظر) نہ آئے تو تمہارے اوپر فرض یہ ہے کہ شعبان کی عدت، گنتی تیس پوری کرو۔''

یہ شعبان کا ذکر اتفاقی ہے ہر مہینے کا یہ حکم ہے، ایک حدیث میں یہ فرمایا:

''الشهر هكذا اوهكذا۔ (صحیح البخاری، ۷/ ۵۳) مہینہ ایسے ہوتا ہے یا ایسے ہوتا ہے۔''

انتیس کا یا تیس کا اگر چاند نظر نہ آیا تو عدت پوری کرنا ہے اور یہی قرآنی حکم ہے:

''وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ - (سورة البقرة جز آیت ۱۸۵) قرآن میں فرمایا تاکہ تم شہر کی مہینے کی عدت پوری کرو۔''

اور فقہا یہ فرماتے ہیں:

ملفوظات

''الشهر ثابت بیقین۔ (الاختیار لتعلیل المختار، کتاب الصوم، ۱/ ۱۳۰)

جب مہینہ یقین سے ثابت ہے، اگر چاند نظر نہیں آیا تو شک کی بنا پر مہینہ اس کا حکم ظاہر نہیں ہوگا۔''

لہٰذا انتیس کو مہینہ ختم نہیں ہوگا بلکہ تیس کو مہینہ ختم ہوگا جو لوگ اس کو نہیں مانتے ہیں ان کے اوپر یہ لازم ہے کہ وہ احکام شرع کی پابندی کریں حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث کی اور ان احادیث کی روشنی میں فقہائے کرام نے جو احکام اس سے مستنبط فرمائے ہیں اور رویتِ ہلال کے جو قواعد بتائے ہیں ان کو پڑھیں ان کو سیکھیں اور اگر کچھ نہیں ان کو میسر ہے تو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کے رسالے ''ازکی الھلال بابطال ما احدث الناس فی امر الھلال'' اور ''طرق اثبات ہلال'' وغیرہ کا مطالعہ کرے۔

عرض...۱۳: میں خلیج میں ایک مسلم کمپنی میں ملازمت کرتا ہوں میرا مالک مسلمان ہے اور منیجر ہندو ہے جب کہ میں اسٹور انچارج ہوں ہم لکڑیوں کے آئٹم کی انوائس بناتے ہیں مثلاً 10mm موٹائی لیکن اصل میں مال اس سے کم ہوتا ہے مثلاً 8.8mm یا 9.5mm لیکن ہم انوائس پر 10mm موٹائی مال کی قیمت لکھتے ہیں میری تنخواہ اسی ڈیپارٹمنٹ سے آتی ہے میرے لئے کیا حکم ہے؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: انوائس میں جو اس طرح سے بل میں بڑھا دیا جاتا ہے اگر یہ شخص اس میں شامل ہے تو یہ فعل ناجائز ہے اور یہ ایک طرح کی غلط بیانی ہے اور دھوکہ دے کر زیادہ رقم لینا ہے، اس سے احتراز ضروری ہے۔

عرض...۱۴ : بکر اور زید دونوں سُنّی ہیں اور آپ کے مرید بھی ہیں بکر امام ہے اور زید محلے کا رہنے والا اگر زید بکر کی اقتدا نہیں کرتا ہے اگر لوگ اعتراض کرتے ہیں تو زید بکر کی پوشیدہ برائی بیان کرتا ہے تو اس میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ جواب عنایت فرمائیں؟

ارشاد...: زید پر لازم ہے کہ وہ بکر کی اقتدا کرے اگر اس کے اندر کوئی بات مانعِ امامت نہیں ہے کوئی وجۂ شرعی مانعِ امامت نہیں ہے تو زید پر اس کی اقتدا لازم ہے اور اس کی پوشیدہ برائیاں جو شرعاً ثابت نہیں ہیں نہ مشتہر ہیں ان کو بیان کرنا اس کو جائز نہیں ہے اور یہ حکمِ غیبت میں ہے اور اگر کوئی ایسی بکر میں برائی ہے جو ثابت ہے اور مشتہر ہے تو اس صورت میں وہ فاسق معلن ہے اس کی اقتدا میں کراہت ہے لیکن جو سوال کی صورت ہے کہ وہ پوشیدہ برائی بیان کرتا ہے جو لوگوں کو نہیں معلوم اور لوگوں کے نزدیک ثابت نہیں ہے یہ زید کو جائز نہیں ہے اور زید پر لازم ہے کہ وہ اس کی اقتدا کرے۔

عرض...۱۵: کس رنگ کے کپڑے پہننے کی مرد کو ممانعت ہے؟ برائے کرم اردو میں جواب عنایت فرمائیں۔ (انگریزی سوال)

ارشاد...: کسی مخصوص رنگ کی کوئی خصوصیت نہیں ہے بہت شوخ رنگ جو خاص ہے عورتوں کے لئے وہ مردوں کو نہیں پہننا چاہئے۔

عرض...۱۶: رمضان شریف میں وتر کی جماعت کی جاتی ہے اس کی کیا حکمت ہے؟ اور کیا اس کا جماعت سے پڑھنا ضروری ہے؟

ارشاد...: حکمت تو سرِ دست میرے ذہن میں نہیں ہے اور رمضان میں یہ نماز تراویح کے بعد جماعت سے پڑھی جاتی ہے اور اس میں حکم یہ ہے کہ جس شخص نے فرض جماعت سے پڑھے اس کو یہ حکم ہے کہ وہ وتر بھی جماعت سے پڑھے اور جس نے فرض جماعت سے نہیں پڑھے وہ وتر کی جماعت میں شریک نہ ہو۔

عرض...۱۷: جماعت وتر چل رہی تھی اگر کوئی شخص ایک رکعت کے بعد پہنچا تو اس نماز کو کیسے مکمل کرے؟

ارشاد...: جس طرح سے فرض نماز میں اگر دو رکعت کی نماز ہے یا چار رکعت کی نماز ہے اور یہ ایک رکعت کے بعد پہنچا تو جس طریقے سے فرض نماز میں کرتا ہے اسی طریقے سے وتر میں کرے گا مثلاً اگر ایک رکعت کے بعد وہ پہنچا ہے تو ایک رکعت میں مسبوق ہوگیا پہلے دو رکعت امام کے ساتھ پڑھے پھر یہ چھوٹی ہوئی رکعت ادا کرے۔

عرض...۱۸: تکبیر تحریمہ کے بعد قیام میں جو ثنا پڑھی جاتی ہے اگر کوئی اس کو اس طرح شروع کرے کہ ثنا سبحٰنک اللّٰھم

یعنی لفظ ثنا کو شامل کرے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟

ارشاد...: لفظ ثنا کو شامل کرنے کا حکم نہیں ہے اور اس پر عمل نہیں ہے نماز میں جب قرآن پڑھا جاتا ہے اس میں یہ غیر ضروری اضافہ ہے اس کو نہیں کرنا چاہئے ثنا سے مراد یہی سبحٰنك اللّٰهم ہے اب یوں پڑھے کہ ثنا سبحٰنك اللّٰهم یہ غلط ہے بلکہ یوں پڑھے سبحٰنك اللّٰهم۔

عرض...۱۹: نمازی کے آگے سے کوئی گزر جاتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

ارشاد...: وہ گناہ گار ہے جب کہ اس کو گزرے بغیر چارہ ہو تو اس کا گزرنا جائز نہیں ہے۔

عرض...۲۰: میری شادی کو سات (۷) سال ہو گئے ہیں میری بیوی کو جو جہیز ملا تھا اس کا بہت سا سامان برتن وغیرہ کام میں نہیں آرہے کیا اس کی زکاۃ نکالنی ہوگی؟

ارشاد...: نہیں اس پر زکاۃ نہیں ہے۔

عرض...۲۱: رمضان میں زکاۃ لینے کی غرض سے کئی مدارس سے لوگ سفر کر کے آتے ہیں اور ایسا سُنا گیا ہے کہ جو زکاۃ انہیں ملتی ہے اس میں سے وہ اپنے سفر کا خرچ بھی نکال لیتے ہیں تو کیا زکاۃ دینے والے کی زکاۃ اُتنی ادا ہوگی جتنی اس نے دی ہے یا اُتنی جتنی سفر کا خرچہ نکالنے کے بعد بچی؟

ارشاد...: یہ مسئلہ محل نظر ہے اور اس میں اب عرف بدل چکا ہے حکم اس میں یہ ہے کہ زرِ زکاۃ جو مؤکل نے مالکِ مبلغ زکاۃ نے جو رقم زکاۃ کی اس کو دی اور اس کو وکیل بنایا کہ میری طرف سے اس رقم کی زکاۃ ادا کر دینا اب عام طور پر لوگ یہ نہیں کرتے ہیں یونہی زکاۃ کی رقم دے دیتے ہیں اور وکیل بھی نہیں بناتے ہیں اور یہ بھی خیال نہیں کرتے ہیں کہ یہ شخص فقیر مسلم کو وہ رقم دے گا یا یونہی اس کو کسی بھی مصرف میں خرچ کر دے گا۔

اس صورت میں عام حالات میں ایسے لوگوں کی زکاۃ ادا نہیں ہوتی جب کہ وہ لینے والے اس کی وکالت سے اور اس کی اجازت سے فقیر مسلم کو نہ دیتے ہوں بلکہ یونہی مدارس میں، مساجد میں یا کسی اور مصرف میں فقیر مسلم کے علاوہ خرچ کر دیتے ہوں تو ان کی زکاۃ ادا نہیں ہوگی اب رہی یہ صورت کہ موکل نے دینے والے نے وکیل بنا دیا سفیر کو یا مدرسے کے مہتمم کو کہ میری طرف سے یہ زکاۃ کی رقم (دی) جا رہی ہے آپ اس کے وکیل ہیں آپ میری زکاۃ ادا کر کے اور حیلۂ شرعی کرنے کے بعد اس کو جو مصرف خیر ہے مدرسہ یا جو مدرسے کے مصالح ہیں، اس میں آپ اس کو خرچ کریں اب اس میں جو لینے والا ہے اس صورت میں وہ امین ہے اور مال امانت میں حکم یہ ہے کہ وہ اس کو الگ رکھے اور اپنے مال کے ساتھ اس کو نہ ملائے اگر ملا دے گا تو اس صورت میں اس پر تاوان ہوگا اور وہ ضامن ٹھہرے گا جب کہ وہ اپنے لئے خرچ کرنے کی نیت سے نہ ملائے اور اگر اپنے لئے خرچ کی نیت سے ملایا تو غاصب ہو جائے گا اور دونوں صورتوں میں اس پر تاوان ہے اب عرف یہ بدل گیا دینے والا بھی یہ سمجھتا ہے کہ یہ شخص جو رقم لے رہا ہے اس کو اپنے سامان میں ملا دے گا یا اس کو حاجت پیش ہوگی اور اس میں سے یہ خرچ کرے گا تو اس صورت میں گویا کہ وہ موکل کی طرف سے یہ اجازتِ عرفیہ ہے اس کو ملانے کی اور یونہی اس کو سفر میں خرچ کرنے کی تو اگر اس عرف کی طرف نظر کی جائے تو اس صورت میں وکیل پر تاوان نہیں ہے اور جس قدر اس کو ضرورت سفر میں خرچ کرنے کی ہوئی اتنی رقم عرفاً مالک کی اجازت سے زرِ زکاۃ میں سے منہا ہوگی لہٰذا اب جتنی رقم بچی وہی زکاۃ میں محسوب ہوگی باقی زکاۃ میں محسوب نہیں ہوگی اگر ابھی بھی اس پر زکاۃ باقی ہے تو اتنی رقم کی وہ زکاۃ نکالے۔

عرض...۲۲: کیا تہجد کے لئے سونا شرط ہے؟ یہاں کینیڈا میں سنی مسجد میں بیچ رات کے بعد باجماعت نمازِ تہجد ادا کی جاتی ہے خاص رمضان کی راتوں میں۔

ارشاد...: تہجد کے لئے سونا شرط نہیں ہے تہجد هجد یهجد کے معنی ہیں اس کے لئے یہ ہے کہ تھوڑی دیر لیٹ لے آنکھ لگ گئی تو بہتر ہے اور اگر آنکھ نہیں لگی تو بھی تہجد ہو جائے گی اور وہ نماز جو رمضان کی راتوں میں باجماعت پڑھی جاتی ہے وہ قیام اللیل ہے اس میں جو لوگ شریک ہوئے سو کر کے ان کے حق میں وہ تہجد ہو جائے گی۔

ملفوظات

عرض۔۔۔۲۳: کیا میاں بیوی باجماعت گھر میں نماز ادا کر سکتے ہیں؟

ارشاد۔۔۔: بظاہر اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے ادا کر سکتے ہیں اور عورت کو حکم ہے کہ وہ پیچھے کھڑی ہو۔

عرض۔۔۔۲۴: ایک صاحب کہتے ہیں کہ سفید عمامہ پہننا بدمذہبوں کی مشابہت ہے اور اسے زیادہ تر صلح کلی اور بدمذہب پہنتے ہیں کیا یہ سفید عمامہ اگر بدمذہب زیادہ پہنیں تو یہ ان کی مشابہت ہے؟ اور وہ کہتے ہیں کہ آپ مجھے ایک بھی حدیث سفید عمامہ کی دکھادیں تو میں سفید پہننا شروع کر دوں گا رہنمائی فرمائیں۔

ارشاد۔۔۔: وہ جو صاحب کہتے ہیں انہی سے اس کو ثبوت مانگا جائے سفید کے سلسلے میں تو حضور سرورِ عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث کا مضمون الفاظ یاد نہیں ہے مضمون یہ ہے کہ سفید رنگ کو سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے پسند فرمایا اور اس کے پہننے کی ترغیب دی اور مردوں کا کفن بھی اسی رنگ میں دیا جاتا ہے تو سفید رنگ مومن کے لئے ایسا ہے کہ دنیا سے لے کر قبر تک سفید رنگ میں ہی اس کا لباس ہے اور حضور سرورِ عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم نے سفید بھی زیب تن فرمایا ہے اور سفید عمامہ بھی سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے استعمال فرمایا ہے اور کالے عمامے کی بھی حدیث آئی ہے اس سے مطلقاً ممانعت نہیں ہوسکتی اب یہ بات کہ بدمذہبوں کی یا صلح کلیوں کی یہ علامت ہے تو یہ بھی میرے علم میں نہیں ہے اور اس وجہ سے بھی سفید عمامے سے ممانعت نہیں ہوگی۔

اس لئے کہ تشبہ جو ہے دُرِّ مختار کی عبارت یہ ہے کہ تشبّہ جو ہے وہ فعل مذموم میں ہوتا ہے و فی ما یقصد تشبہ اور جس میں تشبّہ کا قصد کیا جائے مطلقاً تشبہ کا حکم نہیں ہوسکتا اس لئے کہ جس طرح سے وہ کھاتے ہیں ہم بھی کھاتے ہیں جس طرح سے وہ پیتے ہیں ہم بھی پیتے ہیں یہ افعال عامہ ہیں اور عمامہ باندھنا جو ہے یہ ایک فعل حسن ہے کوئی اگر اچھی نیت سے باندھتا ہے تو تشبہ کی نیت نہیں ہے اس سے ممانعت نہیں ہوسکتی ہاں اگر کوئی بد مذہبوں کی مشابہت اور ان جیسا بننے کی نیت سے باندھے تو یہ اس کی نیت کا قصور ہے اب اس صورت میں ضرور اس سے ممانعت ہوگی۔

عرض۔۔۔۲۵: حضور یہ ارشاد فرمائیے کہ جس کے پاس سونا دو (۲) تولہ ہے اور نقد چالیس (۴۰) ہزار ہے مالِ تجارت اور چاندی کچھ نہیں ہے کیا سونا اور نقد دونوں کی زکاۃ نکالے یا صرف نقد کی؟

ارشاد۔۔۔: دونوں کو ملا کر جو نصاب ہوجائے چالیس ہزار اور دو تولہ سونا ملا کر وہ اگر سونے کا نصاب ہوتا ہے تو سونے کی نکالے وہ اگر چاندی کا نصاب ہوتا ہے تو چاندی کی زکاۃ نکالے۔

ردالحدیث:۔۔۔ آج کل نام نہاد اہل حدیثوں نے جگہ جگہ یہ شور مچا رکھا ہے اور غالباً ان کا جو پیس ٹی وی وغیرہ چلتا ہے اس میں انہوں نے اپنی تقریروں میں بھی کہا کہ آخری نماز وتر کی نماز ہونی چاہئے وتر کے بعد کوئی نفل نماز نہیں اور اس سلسلے میں سائل نے کوئی حدیث بیان نہیں کی لیکن اس سلسلے میں مجھے ایک حدیث ملی حدیث شریف یہ ہے کہ:

''ان اللہ قد امدکم بصلاۃ، وھی خیر لکم من حمر النعم، و ھی الوتر فجعلھا لکم فیما بین العشا الی طلوع الفجر۔'' (سنن ابی داؤد، ۲/۶۱)

اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے کرم سے تم کو ایک نماز عطا فرمائی ہے جو تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے، سرخ اونٹ عربوں کے نزدیک بہت اچھا مال سمجھا جاتا تھا تو فرمایا وہ نماز وتر ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کو نمازِ عشا سے لے کر نمازِ فجر اس درمیان میں رکھا ہے اس سے یہ کہاں نکلا کہ آخری نماز وتر ہونا چاہئے اور وتر کے بعد کوئی نماز نہیں ہونا چاہئے یہ سلفیوں کی بڑی زیادتی ہے اور ان کی بدعقلی ہے کہ وہ اس طریقے سے احادیث میں اپنی طرف سے تراش خراش کرتے ہیں اور اپنے خیالوں کے مطابق احادیث کو کرنا چاہتے ہیں۔

اس حدیث سے یہ مفہوم ہرگز نہیں نکلتا اور ممانعت کسی چیز سے جب تک اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے

منع نہ کریں وہ چیز ہرگز منع نہیں ہوسکتی یہ ان حضرات کی زیادتی اور ان کی بدعقلی ہے یہ بہت سارے خیرات سے اور بہت سارے افعالِ خیر سے نیک کاموں سے انہی حیلوں، حوالوں سے منع کرتے ہیں، دوسری حدیث یہ ہے:

''من خاف ان لا يقوم من آخر الليل، فليوتر أوله، ومن طمع أن يقوم أخره فليوتر آخر الليل، فان صلاة آخر الليل مشهودة، وذلك أفضل۔''

(أخرجہ مسلم، ۱/۵۲۰)

حضرت جابر رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو یہ خوف ہو کہ وہ پچھلی رات میں جاگ نہیں سکے گا تو وہ وتر پہلے پڑھ لے اور جس کو یہ بھروسہ ہو کہ وہ پچھلی رات میں جاگ سکتا ہے لہٰذا وہ اپنی نماز وتر کو اٹھا کر رکھے اور وہ پچھلی رات میں اس کو پڑھے تو اس حدیث سے تو اجازت مل گئی خاص کہ وتر میں اختیار ہے یا تو پہلے ہی پڑھ لے اور اگر اپنے اوپر اس کو بھروسہ ہے کہ وہ جاگ جائے گا تو وہ وتر کو اٹھا کر رکھے اور تہجد کے بعد وتر پڑھے۔

اب سلفیوں کا معاملہ یہ ہے کہ جو ان کے مطلب کی ہوتی ہے اس کو لے لیتے ہیں اور جو ان کے مطلب کے خلاف ہوتی ہے اس کو چھوڑ دیتے ہیں اس حدیث سے ان کے اس معاملے پر گواہی ثابت ہوگئی اور ان کی بدعقلی اور ان کی ہوا اپنی ہوائے نفس کی پرستش اس سے ثابت ہے، ایک حدیث اور ہے:

''فقد ذهب كل صلاة الليل، والوتر، فأوتروا قبل طلوع الفجر۔'' (سنن الترمذی، ۱/۵۹۱)

اس سے بھی کوئی مدعا ثابت نہیں ہوتا اس میں سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے یہ فرمایا کہ جب صبح صادق طلوع کر لے تو اب نماز، رات میں جو نمازیں پڑھی جاتی ہیں فرضِ عشا اور اس کے بعد تہجد، نوافل اور وتر اب ان کا وقت نہ رہا اگر یہ نمازیں نہیں پڑھیں فرض و وتر نہیں پڑھے تو یہ نمازیں قضا ہوگئیں اور اگر اب پڑھ لیا تو اس وقت میں وتر وغیرہ کا وقت نہیں ہے حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے یہ فرمایا کہ طلوع فجر سے پہلے پہلے وتر پڑھ لے اگر اس نے طلوع فجر سے پہلے پہلے وتر نہیں پڑھے تو وتر قضا ہو جائیں گے اب اس کو طلوع فجر کے بعد پڑھے ادا نہیں ہوں گے بلکہ قضا ہوں گے۔

ان احادیث سے وجوب وتر ثابت ہوا لیکن یہ جو خود ساختہ نیا حکم نکالا کہ وتر ساری نمازوں کے بعد اور تہجد کے بعد وتر پڑھنا ضروری ہے یہ ان کی تراش خراش ہے اور ان کی میری دانست میں جہاں سے یہ سلفیت نکلی ہے اور جہاں یہ لوگ پاور میں ہیں میں نے وہاں پر بھی یہ عمل نہیں دیکھا میں نے وہاں پر بھی یہی دیکھا کہ وتر وہ لوگ عشا کے ساتھ پڑھ لیتے ہیں۔

☆☆☆

ص ۵۶ رکا بقیہ......................

پَر تول رہے ہیں جو کھڑے پُشتِ انا پر
ٹوٹی ہوئی میں سب کی کمر دیکھ رہا ہوں
قوت جنھیں حاصل ہے وہ افراد ہیں خاموش
ملت کے زوالوں کا سفر دیکھ رہا ہوں
جو آج کسی دوسرے مقتول پہ چُپ ہیں
کل ان کے بھی کٹتے ہوئے سر دیکھ رہا ہوں
محفوظ نہیں منبر و محراب و مدارس
اُن پر بھی ہے طوفاں کی نظر، دیکھ رہا ہوں
بُھولے ہیں مسلمان، سبق بدر و احد کا
اِس واسطے یہ خوف یہ ڈر دیکھ رہا ہوں
اشکوں کی ہر اک بوند ہے نصرت کی طلبگار
روتے ہوئے اللہ کا در دیکھ رہا ہوں
سب کام تو ناکامی کے ہیں پھر بھی فریدی
امید لیے راہِ سحر دیکھ رہا ہوں

☆☆☆

انوار ہدایت، احکامِ جنازہ اور توصیف عالم پناہ پر ایک تأثراتی تحریر

از: مفتی عبدالقادر رضوی *

صوفئ ملت، نازشِ فکر وفن، خلیفۂ حضور مخدوم ملت وخلیفۂ حضور جانشین تاج الشریعہ، پیر طریقت حضرت علامہ مفتی صوفی شاہ محمد صابر القادری صاحب قبلہ دام ظلہ العالی، شیخ الحدیث جامعہ عربیہ رحمانیہ رحمٰن گنج ضلع بارہ بنکی، یوپی، انڈیا، اربابِ علم وفضل کے لیے محتاجِ تعارف نہیں، آپ ایک سچّے صوفی، بالغ النظر مفتی، کثیرا لتصانیف صاحب قلم، بے باک ترجمان مسلک اعلیٰ حضرت اور باعمل عالم دین ہیں۔

آپ کی زبان نہایت سادہ اور سلیس ہے، آپ سے پہلی ملاقات ضلع فیض آباد کے ایک دارالعلوم میں محترم قاری محمد نعیم الدین قادری صاحب شیخ التجوید جامعہ عربیہ رحمٰن گنج کے ہمراہ ہوئی، پھر دوسری ملاقات عرس رضوی کے موقع پر جامعۃ الرضا، مرکز نگر، بریلی شریف میں اس کے بعد دارالعلوم رضویہ مدینۃ البرکات اگیاچوراہانانپارہ، ضلع بہرائچ شریف اور عرس حضور فاتح بلگرام وغیرہ میں متعدد بار ہو چکی ہے۔

آپ متواضع خلیق اپنے بزرگوں کی بارگاہ کے ادب شناس اور اپنے چھوٹوں پر سراپا شفقت و پیار ہیں، اس کی ایک زندہ مثال یہ ففیر سراپا تقصیر بھی ہے، مجھ جیسے بے بضاعت، نا کارہ پر ایسا کرم فرمایا کہ مدینہ طیبہ سے یاد فرمایا اور خصوصی دعاؤں سے نوازا اور اپنی زندگی کا وہ دن بھی میں نہیں بھول سکتا کہ میرے لخت جگر عزیز سعید مولانا ارشد رضا قادری اویسی سلمہٗ کی شادی کے موقع پر حقیر کی دعوت پر غریب خانہ پر تشریف فرما ہو کر عزّت افزائی فرمائی اور غریب خانہ کو اپنے جلوہ افروزی سے صد رشک بہاراں بنا دیا۔

میرے لیے اس لیے بھی آپ لائق تعظیم وتکریم ہیں کہ میرے استاذ ومربی صدر بزم اہلسنت حضور امام العلماء، غزالئ زماں، عارف باللہ حضرت علامہ الحاج الشّاہ مفتی شبیر حسن صاحب قبلہ رضوی نوّر اللہ مرقدہ سابق شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ قصبہ روناہی شریف ضلع فیض آباد، یوپی اور میرے آقائے نعمت شیخ الاتقیاء تاجدار مسندِ بلگرام، شہزادۂ سرکار غوث الاعظم، مخدوم ملت علامہ شاہ حضور سید اویس مصطفیٰ صاحب قبلہ دامت فیوضہم کے ساتھ آپ کو بے پنادہ لگاؤ ہے، اخلاص وکرم، خلوص وللّٰہیت کے اس دور انحطاط میں آپ اپنے اسلاف کے اصولوں اور ان کی تابناک کردار وعمل کا صحیح آئینہ ونمونہ ہیں۔

مسلک اعلیٰ حضرت اور مشربِ حضور تاج الشریعہ پر سختی سے عمل پیرا رہ کر اپنے مریدین ومتوسلین، ومحبین، تلامذہ وخلفا کے اندر اس کی روح پھونکنا اور جام قادری رضوی چشتی سے انہیں خوب خوب مست وسرشار کرنا آپ کی حیات پاک کا اوّلین مقصد ہے، مولائے قدیر وکریم نے اپنے پیارے محبوب علیہ وعلیٰ الٰہٖ افضل االصلوٰۃ واشرف التسلیم کے صدقے بارگاہ حضور شہنشاہ بغداد سرکار غوث الاعظم کا ایسا مست فقیر بنایا ہے کہ سفر وحضر، خلوت و جلوت، مرض وصحت ہر وقت قادری نشہ سوار رہتا ہے۔

خدمت دین کے بہت سارے طریقے آپ نے اپنائے، درس وتدریس، تحریر وتقریر، تصنیف وتالیف اور خالص لوجہ الکریم بیعت وارشاد، دعا وتعویذ وغیرھم، زبان اور آپ کے ہاتھوں میں خدا نے تاثیر وشفا عطا فرمایا ہے۔

قلم کی اہمیت وافادیت ہر دور میں مسلم رہی ہے، اس قوت سے دینی، ملّی، مذہبی، اصلاحی، سماجی انقلاب بھی لایا جاتا ہے اور کسی قسم کے فتنہ وفساد کا دروازہ بھی کھولا جاسکتا ہے، دین وملت، مذہب ومسلک کی ترویج واشاعت، عقائد واعمال کی اصلاح، بدمذہبوں کی دسیہ کاریوں کا مقابلہ، فرقہائے باطلہ بقیہ ص ۳۰ر پر

* مضمون نگار دارالعلوم رضویہ مدینۃ البرکات، نانپارہ، بہرائچ کے بانی ہیں۔

پینسل کی طرح بنو

(از: عبدالسلام رضوی، ہنڑیہ الہ آباد

ایک عالم دین پنسل سے بیٹھے کچھ لکھ رہے تھے ان کا بیٹا قریب آیا اور تتلاتے ہوئے دریافت کیا: بابا آپ کیا لکھ رہے ہیں؟ اس عالم دین نے مسکراتے ہوئے اپنے بیٹے سے فرمایا:

''بیٹا میرے لکھنے سے بھی زیادہ اہم یہ پنسل ہے جس سے میں بیٹھا لکھ رہا ہوں اور میں یہ چاہتا ہوں کہ جب تم بڑے ہو جاؤ تو تم اس پنسل کی طرح بنو۔''

اس بچے نے تعجب آمیز نگاہوں سے باپ کو دیکھا اور پھر بڑے غور سے پنسل کو گھورنے لگا اور وہ اس کی کسی ایسی خصوصیت کو تلاش کرنے لگا جس کی بنیاد پر بابا جان اس سے پنسل جیسا بننے کا کہہ رہے تھے، دیر تک پنسل دیکھنے کے بعد اسے کوئی ایسی چیز نظر نہ آئی جو اس کے ذہن میں کھٹکتی اور اب بچے سے رہا نہ گیا آخر کار باپ سے معلوم کر بیٹھا:

''بابا جان! اس پنسل میں ایسی کون سی خصوصیت ہے جس کے سبب آپ کی خواہش یہ ہے کہ میں بڑا ہو کر اس جیسا بنوں۔''

اس عالم نے کہا: اس پنسل میں 5 اہم خصوصیات ہیں اور تم یہ کوشش کرو کہ بڑے ہو کر تمہارے اندر بھی یہیں خصوصیات پیدا ہوں:

1 تم بڑے بڑے کارنامے انجام دے سکتے ہو لیکن کبھی یہ مت بھولو کہ کوئی ہے جو تمہیں چلا رہا ہے اور تم سے یہ کارنامے کروا رہا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔

2 کبھی کبھی جب اس کی نوک گھس جاتی ہے تو کٹر یا چاقو وغیرہ سے اسے تراشا جاتا ہے اگرچہ یہ ایک دردناک چیز ہوتی ہے لیکن بہر حال اس کی نوک تیز ہو جاتی ہے اور پھر یہ اچھے سے کام کرنے لگتی ہے، لہٰذا تمہیں بھی یہ جان لینا چاہئے کہ انسان کو اگر کوئی دکھ اور صدمہ پہنچتا ہے وہ اس لئے ہوتا ہے تا کہ تم بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرسکو۔

3 پنسل یہ اجازت دیتی ہے کہ اگر کچھ غلط تحریر ہو جائے تو تم ربڑ سے اسے مٹا کر اپنی غلطی کی اصلاح کرسکو لہٰذا تم یہ سمجھ لو کہ ایک غلطی کو صحیح کرنا غلطی نہیں ہے۔

4 یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ پنسل کی لکڑی اور اس کا خول لکھنے اور تحریر کرنے کے کام نہیں آتا بلکہ لکھنے کے کام ہمیشہ وہ مغز آتا ہے جو اس لکڑی کے اندر چھپا ہوا ہوتا ہے، لہٰذا ہمیشہ تم اس چیز کا خیال رکھو کہ تمہارے جسم کی کوئی حیثیت و اہمیت نہیں ہے بلکہ اس کے اندر چھپی تمہاری روح اور ضمیر قدر و قیمت والا ہے جسم نہیں۔

5 پنسل جب کچھ لکھتی ہے تو اپنے کچھ نقوش کاغذ پر چھوڑ دیتی ہے جو مدتوں کاغذ پر دیکھے جاسکتے ہیں، لہٰذا تم بھی یہ بات سمجھ لو کہ تم جو بھی کام کرو گے اس کے نقوش تمہارے بعد باقی رہیں گے اب یہ تمہارا کام ہے کہ تم کیسے نقوش چھوڑ کر جاتے ہو پس کسی عمل کو انجام دینے سے پہلے کئی بار غور وفکر کرلو کہ کہیں تم کچھ غلط تو نہیں کر رہے ہو۔

□□□

تعصب بھی کیا چیز ہے

(از: محمد اسامہ رضوی

تعصب بھی کیا چیز ہے، جسے بھی یہ مرض لاحق ہو جاتا ہے، وہ قصداً حقائق سے چشم پوشی کرنے لگتا ہے، حالیہ چند دنوں میں اس بات کا یقین ہو گیا کہ جنوں میں کیا کچھ بک دیا جاتا ہے اور خبر بھی نہیں ہوتی۔

ایک تصویر اور ایک تحریر نظر سے گزری تھی جسے آپ بھی ملاحظہ فرما سکتے ہیں، اس میں اپنے ذوق کے مطابق ایک اوچھا الزام عائد کیا گیا تھا اور ایک خاص روش پر عمل پیرا رہنے کی کوشش کی گئی تھی۔

تحریر پڑھ کر بے ساختہ سپریم کورٹ کی اصطلاح (جو اس نے سی بی آئی کے لئے استعمال کی تھی) "پنجرے میں بند طوطا" یاد آئی اور یادوں کے دریچے وا ہوتے چلے گئے، 1992 عیسوی میں بابری مسجد کی شہادت کا سیاہ کارنامہ انجام دیا گیا، اسی سال

مختصرات

ابوالکلام آزاد کو بعد از مرگ ملک ہندوستان کا سب سے بڑا شہری اعزاز ''بھارت رتن'' دیا جاتا ہے لیکن ہم اسے اپنے لئے بہلانے اور پھسلانے کا ذریعہ نہیں سمجھتے ہیں۔

ممکن ہے کہہ دیں کہ یہ ایوارڈ مسجد کی شہادت سے پہلے تفویض کیا گیا تھا، تو عرض کردوں کہ 1997 عیسوی میں ڈاکٹر اے. پی. جے عبدالکلام مسلمان نامی شخص کو یہی ایوارڈ دیا یا جاتا ہے تو ہم اسے سودا بازی نہیں سمجھتے ہیں۔

2001 عیسوی میں یہی ایوارڈ استاد بسم اللہ خان کو تفویض کیا جاتا ہے تو ہمارے حاشیہ خیال میں بھی یہ بات نہیں آئی کہ یہ ہمیں خوش کرنے یا منانے کے لیے دیا گیا ہے۔

نظام الدین ایکسپریس چلائی گئی تو ہمیں پتا نہیں چلا کہ بابری مسجد کی شہادت سے پیدا ہوئی ناراضگی کو دور کرنے کے لیے ٹرین کو حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب کیا گیا ہے۔

مجاہد آزادی مولانا محمد علی جوہر کے نام سے ممبئی کی ایک اہم شاہراہ کو موسوم کیا جاتا ہے اور محمد علی روڈ زبان زد خاص وعام ہو جاتا ہے تو ہم چیں بہ جبیں نہیں ہوتے ہیں۔

1998 عیسوی میں حیدرآباد میں مرکزی حکومت کے تحت مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کا قیام عمل میں آتا ہے لیکن یہ تو اردو کی خدمت ہوئی سودا بازی تھوڑی ہوئی۔

ڈاکٹر ذاکر حسین کے نام سے انسٹی ٹیوٹ قائم کیا جاتا ہے اور مسلمانوں کے لئے ایک بہترین تحفہ تصور کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر عبدالکلام کو صدر جمہوریہ اور حامد انصاری کو نائب صدر بنایا جاتا ہے، لیکن یہ بھی ہمارے لئے بابری مسجد کا سودا نہیں ہوتا، لکھنؤ حج ہاؤس کو ایک خاص طبقے کے نمائندہ متصور کئے جانے والے علی میاں ندوی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے لیکن یہ بھی بابری مسجد کے بدلے حکومتی تحفہ ثابت نہیں ہوتا ہے۔

ممبئی میں جے جے فلائی اوور کو قطب کوکن حضرت مخدوم علی مہائمی رضی اللہ عنہ سے منسوب کیا جاتا ہے لیکن اسے مجروح جذبات کی تسکین کا نام نہیں دیا جاتا ہے۔

ممبرا میں عبدالکلام اسٹیڈیم قائم ہوتا ہے لیکن وہ بھی سودا نہیں ٹھہرتا، یہاں تک کہ کانگریس کے دور حکومت میں مہاراشٹرا میں مسلمانوں کو پانچ فیصد ریزرویشن دینے کا بل منظور ہوتا ہے لیکن ہم اسے بابری مسجد کا سودا نہیں گمان کرتے ہیں۔

وقتاً فوقتاً مسلم اراکین کو وزارت کا قلمدان دیا جاتا ہے لیکن ہمارے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہیں آتی کہ یہ سودا بازی ہے بلکہ سودا ہوا ہے مسجد کا تو بس "اعلیٰ حضرت ایکسپریس" ہے، آخری بات ؎

حسد سے ان کا سینہ پاک کردے
کہ بدتر دق سے بھی یہ سل ہے یا غوث

[رضا بریلوی]

نوٹ: یہ تمام تاریخی شواہد 1992 عیسوی کے بعد کے ہی ہیں اور "یہ تو مشتے نمونہ از خروارے" ہیں، امید ہے اتنا کافی ہوگا۔

ooo

تنخواہ اور علما و مشائخ

(از: نذر محمد نذیر صدیقی جامعی قادری، کان پور

آج کل لوگ یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ علماء کو دین سکھانے پر پیسے، نہیں لینے چاہیں، علمائے دین کے نام پر دنیا بناتے ہیں، علما کو دنیا سے الگ رہنا چاہیے۔

اس پر حکیم الامت، مفسر شہیر حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ نے معترضین کا جواب دیتے ہوئے سیر حاصل گفتگو فرمائی ہے، وہ گفتگو (اعتراض اور اس کا جواب) پیش خدمت ہے:

اعتراض

''علمائے کرام، طلبا اور مشائخ عظام کو چاہئے کہ امام ابوحنیفہ اور حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرح خود کمائیں اور مفت دینی خدمت کریں، نذر، نذرانہ، صدقہ، خیرات کو ذریعۂ معاش نہ بنائیں، دین سے دنیا نہ کمائیں۔''

جواب

''حضور غوثِ پاک وامام اعظم وغیرہما رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے

سوااور کتنے علماومشائخ ایسے گزرے جنہوں نے کسب معاش بھی کیاہواور تبلیغ دین بھی، کوئی نہیں۔

امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے ہارون الرشید بادشاہ سے قضا کی تنخواہ لی، امام محمد علیہ الرحمہ نے مسلمانوں سے نذرانے قبول فرمائے، علاوہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تمام خلفائے راشدین نے خلافت پر تنخواہ لی۔

افسوس ہے کہ دنیوی بادشاہوں کے معمولی نوکر شاہی خزانہ سے تنخواہیں لیں، مگر شہنشاہِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خدام علما جو دین کو سنبھالے بیٹھے ہیں، وہ ایک پائی کے مستحق نہ ہوں۔

اسلامی بادشاہوں نے علما کی بڑی خدمتیں کیں، علمائے نیشاپوری جو مدرسہ نظامیہ بغداد کے مدرس اوّل تھے، نظام الملک نے ان کی تنخواہ ایک لاکھ درہم ماہوار مقرر کی تھی، اس مدرسہ کے طالب علم حضور غوثِ پاک، امام غزالی، شیخ سعدی شیرازی ہیں، دیکھو مناقب غوثِ اعظم۔

اس مدرسہ کا نام مدرسہ نظامیہ اور اس کے مقرر کردہ درس کا نام درس نظامی ہے، وہ آج تک پڑھا جاتا ہے، حضرت اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جن علما سے فتاویٰ عالمگیری لکھوایا، انہیں دو لاکھ روپے اور دو سو قرش سونا نذرانہ میں دیا۔

رب تعالیٰ تو فرماتا ہے ایسے لوگوں کو دو اور مسلمان کہتے ہیں کہ مت دو۔''

کس کی مانیں رب تعالیٰ کی یا ان کی۔

(تفسیر نعیمی، جلد3، ص136-137)

□□□

ص ۵۸ رکا بقیہ.....................................

نے کم سنی سے ہی تدریس وتقریر اور خصوصیت کے ساتھ تصنیف و تالیف میں وہ محیر العقول کارنامے کا آغاز فرمایا تھا کہ جسے دیکھ وسن کر ایک جہاں دنگ و حیرت زدہ رہ گیا تھا، مسلم الثبوت کہ جو درس نظامی میں ایک معرکۃ الآرا اوادق تصنیف ہے، سیدنا حضور اعلیٰ حضرت نے محض دس سال کی عمر شریف میں ہی اس کی بزبان عربی شرح وبسط کے ساتھ ایک عدیم النظیر شرح تحریر فرمائی، دین ومسلک کی ترویج واشاعت اور جملہ فرقہائے باطلہ وعاطلہ کی تردید وابطال کے تعلق سے آپ بے پناہ شعور وادراک اور قلبی اضطراب وسیماب صفت دردرکھتے تھے، نتیجتاً چھیالیس برس کی مختصر مدت میں ہی تقریباً ڈھائی سو تصنیفات وتالیفات کا عظیم پشتارہ لگادیا تھا۔

حضرت مولانا خواجہ ساجد عالم لطیفی مصباحی کہ جن کی تقریر مختصر مگر ولولہ انگیز تھی، اس میں انہوں نے کہا کہ حضور سیدنا امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس طرح اپنے قلم خاراشگاف سے اہلِ باطل کی سرکوبی اور استیصال فرمایا، نیز ان کے گندے وگمراہ کن عقائد وخیالات کو طشت از بام کرتے ہوئے جملہ اسلامیان عالم کے عقائد حقہ کی حفاظت وصیانت کا سامان فراہم کیا، وہ ہماری مذہبی وملی اور مسلکی وجماعتی تاریخ کا ایک زرّیں باب ہے، ان کے خطاب کے بعد پروگرام قل خوانی اور صلاۃ وسلام کے اور دعا کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

رپورٹ: اراکین شعبۂ نشر واشاعت خانقاہ ومدرسہ لطیفیہ رحمان پور تکیہ شریف، بارسوئی، ضلع کٹیہار (بہار)

□□□

منظومات

مصطفیٰ پیارے کی باتیں آسمانی ہوگئیں

(از: عرفان رضا قادری، چھپرہ

ظلمتوں کی ساری تصویریں پرانی ہوگئیں
مصطفیٰ پیارے کی باتیں آسمانی ہوگئیں

آمدِ شاہِ عرب سے دن سہانے ہو گئے
بارشِ انوار سے راتیں سہانی ہوگئیں

شہر پاکِ مصطفیٰ کی بات کیا تم سے کروں
حسنِ طیبہ دیکھ کر آنکھیں دیوانی ہوگئیں

اے رسول ہاشمی! اے والیٔ بیکس پناہ
الجھنیں بدکار کی، کافی پرانی ہوگئیں

فکر کر روزِ جزا کی، درسِ عبرت ان سے لے
چلتے پھرتے جن کی موتیں ناگہانی ہوگئیں

جن کی آنکھوں میں بسا ہے شہر طیبہ کا جمال
صورتیں عرفان! ان کی بھی نورانی ہوگئیں

مصطفیٰ کے پائے اقدس پر ہوئے جو بھی نثار
ان کی عقلیں بالیقیں عرفان! دانی ہوگئیں

بقیہ ص ۲۸ / پر

جہانِ عشق کی ہیں جان حجۃ الاسلام

(از: مولانا محبوب گوہر اسلام پوری، مظفر پور

رضائے حق کی ہیں پہچان حجۃ الاسلام
جہانِ عشق کی ہیں جان حجۃ الاسلام

ہے حق ادا کیا والد کی جانشینی کا
ہیں اپنے آپ میں ذیشان حجۃ الاسلام

فروغ حق کے لئے سر بکف رہے پیہم
ہیں سنیت کے نگہبان حجۃ الاسلام

تمام عمر رہا مشغلہ جہادِ قلم
نمایاں آپ کی ہے شان حجۃ الاسلام

نہ آنچ آنے دیا عظمتِ رسالت پر
لئے ہتھیلی پہ تھے جان حجۃ الاسلام

میں بھول جاؤں انہیں ایسا ہو نہیں سکتا
ہمیشہ دل میں ہیں مہمان حجۃ الاسلام

قدم قدم پہ ہمیں آپ یاد آتے ہیں
ہیں لاکھوں آپ کے احسان حجۃ الاسلام

بقیہ ۳۷ ص / پر

اسلام کی توقیر ہیں محبوبِ الٰہی

(از: مولانا سید اولاد رسول قدسی، نیویارک امریکہ

ایمان کی تنویر ہیں محبوبِ الٰہی
اسلام کی توقیر ہیں محبوبِ الٰہی

کہتا ہے ارادت کا فلک، گنج شکر کی
اک ہو بہو تصویر ہیں محبوبِ الٰہی

دلّی ہے ابھی دور یہ قول ان کا ہے شاہد
تاثیر کی تقدیر ہیں محبوبِ الٰہی

سانچے میں شریعت کے ڈھلا منظر دہلی
جلوہ گہہِ تدبیر ہیں محبوبِ الٰہی

اوصاف ضیا بار کا ہے حسن نتیجہ
آیات کی تفسیر ہیں محبوبِ الٰہی

بقیہ ص ۳۷ / پر

بڑھتی ہوئی نفرت کے شرر دیکھ رہا ہوں

(از: مولانا سلمان رضا فریدی، مسقط عمان

حسرت سے میں لٹتے ہوئے گھر دیکھ رہا ہوں
رنجیدہ و بیتاب نظر دیکھ رہا ہوں

گھٹتی ہوئی پُر امن زمینوں سے ہوں بیچین
بڑھتی ہوئی نفرت کے شرر دیکھ رہا ہوں

دیکھے نہیں جاتے ہیں تڑپورہ کے منظر
آنسو لئے اپنوں کی خبر دیکھ رہا ہوں

ملت کے ستاروں میں ہے جب تک یہ جدائی
تب تک میں اجالوں کا ضرر دیکھ رہا ہوں

کس واسطے ناکام ہوئے اہلِ قیادت
کردار کے سب زیر و زبر دیکھ رہا ہوں

بقیہ ص ۵۱ / پر

عرس چہلم حضرت سید طاہر میاں بلگرامی

عام طور پر خانقاہوں کے مابین جو چپقلش اور آپسی مشاجرت دیکھنے کو ملتی ہے یہ کسی سے پنہا نہیں ہے لیکن گزشتہ ماہ 25 ستمبر کے دن کو خانقاہ واحدیہ طیبیہ میں منعقد مرجع طریقت مسند رشد و ہدایت منبع اخلاق و کردار آل رسول حضور سرکار سید طاہر میاں بلگرامی علیہ الرحمہ کے عرس چہلم میں اتفاق واتحاد اور محفل کی جو روحانیت دیکھنے کو ملی وہ دور دور تک کسی پروگرام میں دیکھنے کو نہیں ملتی ہے۔

اس پروگرام کی سب سے بڑی خصوصیت یہ رہی کہ حضرت طاہر ملت علیہ الرحمہ کی رحلت کے بعد مصدر تجلیات واحدی شیخ طریقت حضرت مولانا سید سہیل میاں قادری چشتی واحدی کو خانقاہ واحدیہ طیبیہ کا سجادہ منتخب کیا گیا، اس محفل نور میں سادات عظام اور ملک بھر کی خانقاہوں کے سجادگان اور نامور علمائے کرام نے شرکت فرمائی، محفل کا انعقاد خانقاہ واحدیہ طیبیہ کے کشادہ صحن اور تاریخی قدیمی مسجد کے احاطہ میں ہوا، مرجع طریقت بحر معرفت حضرت حافظ و مولانا سید اویس مصطفےٰ قادری صغروی صاحب سجادہ خانقاہ صغرویہ بلگرام شریف نے دوران نصیحت قیمتی باتیں کہیں اور ساتھ میں اپنے سلسلہ صغرویہ کی خلافت واجازت سے بھی نوازا اور کہا اگرچہ سہیل میاں مجھ سے عمر میں چھوٹے ہیں لیکن خاندان کا طریقہ یہ بھی ہے جو عمر میں بڑے ہوتے ہیں، وہ بھی اپنی خلافت و اجازت سے نوازتے ہیں۔

میں بھی اپنی خلافت صغرویہ جو خاندان کا پہلا سلسلہ ہے، اس سے نوازتا ہوں، اس درمیان حضرت سید سہیل میاں نے حضرت سید اویس مصطفی صغروی کا شکریہ ادا کیا اور یہ منظر قابل دید تھا پھر دعا کرتے ہوئے کہا میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو سید میر عبدالواحد بلگرامی اور نانا جان سید طاہر ملت کا سچا پکا جانشیں بنائے اور برکتیں نصیب فرمائے، حضرت سید اویس مصطفےٰ نے دوران خطاب محفل میں تشریف فرما اپنے خاندان صغرویہ کے تمام افراد کے لئے دعا فرمائی اور کہا ہم تمام کو اللہ شیر و شکر کی طرح رکھے اور نظر بد سے محفوظ فرمائے۔

روحانی اور پر کیف لمحات

یہ لمحات واقعی قابل دید اور روحانیت سے پر تھے جب بڑی بڑی خانقاہوں کے سادات شخصیات حضرت آل رسول سید سہیل میاں کو اپنی دعاؤں سے نواز رہے تھے یہ یادیں تاریخ کے لیے انمول حسین گلدستہ کی حیثیت رکھتی ہیں، اس طرح انوار و تجلیات سے پر شخصیات کا یکجا ہونا بہت مشکل ہوتا ہے، مشائخ عظام کے مابین اتفاق واتحاد اور الفت و محبت کی یہ روحانی گھڑی دیکھ کر تمام مشائخ کے محبین و مریدین فرحاں و شاداں تھے اور کیوں نہ ہو کہ ایسا ہونا بھی چاہیے۔

برادران کی رفاقت

صاحبزادہ حضرت سید سعید اختر اور صاحبزادہ حضرت سید رضوان میاں نے بھی اپنے بھائی حضرت سید سہیل میاں کے لئے نیک خواہشات کا اظہار کیا اور کہا ہم تمام بھائی باتفاق رائے سہیل میاں کو سجادگی پر مقرر کر رہے ہیں، حضرت سید سعید اختر صاحب کے اس جملہ نے محفل میں ایک رنگ پیدا کر دیا پھر وہ وقت بھی آیا جب سرکاران مارہرہ اور بلگرام نے مشترکہ طور پر حضرت سید سہیل میاں کے سر پر سجادگی کی پگڑی باندھی پوری محفل نعرہائے تکبیر و رسالت سے گونج اٹھی۔

آبدیدہ خطاب

بعد میں نو منتخب صاحب سجادہ حضرت سید سہیل میاں نے آبدیدہ ہو کر عظمت والدین پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا دنیا میں مجھے کوئی نعمت مل جائے لیکن طاہر ملت جیسا باپ نہیں ملے گا، انھوں نے کہا یہ رسم سجادگی کی ذمہ داریاں کیا ہیں میرے دل سے پوچھو کہ آج میں کتنا گراں بار ہوں لیکن کوشش یہ ضرور کروں گا کہ طاہر ملت کی ادا بن سکوں، حضرت سید سہیل میاں نے والد گرامی پر بیان کرتے ہوئے کہا کہ طاہر ملت صرف میرے باپ نہیں اپنے بے شمار محبین کے روحانی باپ تھے اور ان کے جانے سے صرف میری اور میرے بھائیوں کی آنکھیں نم نہیں بلکہ ان سے ایک مرتبہ بھی اگر کوئی ملا تو ان کی آنکھیں بھی نم ہیں، حضرت طاہر ملت دسترخوان پر کیوں نہ بیٹھے ہوں لیکن اگر ملنے والا

پریشان حال آجاتا تو نوالہ چھوڑ کر ان سے ملنے باہر تشریف لے آتے، شیخ طریقت حضرت سید مولانا ندیم القادری راجستھانی نے بھی اولیائے طریقت کی شان میں تصوف سے پر اشعار پیش کئے جس سے مجمع کی روح بیدار ہو گئی۔

معارف طاہر ملت

اس پروگرام میں حضرت سید طاہر ملت علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات پر مشتمل سہ ماہی جام میر کا خصوصی ضمیمہ ''معارف طاہر ملت'' کا اجرا ہونا تھا لیکن کسی سبب سے نہیں ہو پایا، اب یہ کام مکمل معیاری انداز میں خلیفۂ طاہر ملت حضرت قاری عارف القادری واحدی کی سرپرستی انجام پا رہا ہے، ان شاء اللہ رواں ماہ عرس طیبی واحدی میں اس کا اجرا عمل میں آئے گا۔

عرس چہلم کی اس محفل نور میں کثیر تعداد میں مشائخ طریقت اور علمائے کرام حاضر رہے جس میں حضرت سید فیضان میاں بلگرامی، حضرت ڈاکٹر سید بادشاہ میاں بلگرامی، مفتی حنیف برکاتی، حضرت سید حسان میاں صاحب مسولی شریف، بقیہ ص ۲۳ / پر

بارگاہِ رسالت میں غریب پروری کا درس

نوری مشن نے مستحقین میں راشن کٹ اور کتاب کی ترسیل کی

مالیگاؤں: غریب پروری کا درس بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملتا ہے، آمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کائنات میں بہاریں جلوہ گر ہوئیں، عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساعتِ سعید میں نوری مشن نے غریب پروری کے پاکیزہ جذبات کے فروغ کے تحت مستحقین میں " راشن کٹ" کی تقسیم کی، عزتِ نفس کا خیال رکھتے ہوئے بنا کسی تصویر کشی کے 250 کٹس تقسیم کی گئیں، ساتھ ہی پیغامِ سیرت کی ترسیل کے لیے اعلیٰ حضرت ریسرچ سینٹر و نوری مشن کی مطبوعہ کتاب " کیا ہم محفل منعقد کریں" بھی دی گئی۔

معین پٹھان رضوی نے کہا کہ ایک مدت سے استقامت کے ساتھ سال بہ سال میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ مبارک کام انجام دیا جاتا ہے، غلام مصطفیٰ رضوی نے کہا کہ تربیتی نقطۂ نظر سے راشن کٹ کے ساتھ ہی کتاب بھی تحفتاً دی جاتی ہے، اب تک سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاکیزہ گوشوں اور میلاد پاک ۲۹ / پر مطبوعات پچاس ہزار سے زیادہ تعداد میں تقسیم ہوئیں، ایک کٹ میں 13 اشیا شامل ہیں، کٹس پہنچانے سبھی احباب نے حصہ لیا۔

رپورٹ: نوری مشن مالیگاؤں

خانقاہ لطیفیہ کٹیہار میں عرس رضوی

آج بتاریخ ۲۵ / صفر المظفر ۱۴۴۳ھ مطابق ۳ / ۱ اکتوبر ۲۰۲۱ء بروز اتوار سیمانچل کی ڈیڑھ سو سالہ قدیم مشہور ومعروف مرکزی خانقاہ ومدرسہ لطیفیہ رحمان پور، بارسوئی، کٹیہار کے زیر اہتمام ماحی بدعت حامی سنیت رفیع الدرجت عظیم البرکت معجزۃ من معجزۃ رسول آیت من آیت اللہ شیخ الاسلام والمسلمین مجدد اعظم اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنا (متولد ۱۲۷۲ / وصال ۱۳۴۰) کی علمی قلمی اور روحانی خدمات وکارناموں کی یاد اور ان کی روح پر فتوح کو ایصال ثواب کی غرض سے ایک مجلس کا انعقاد عمل میں آیا جس میں تقریر وبیان اور نعت ومنقبت کے ذریعہ اعلیٰ حضرت کی خدمات ومساعی جمیلہ پر علما و دانشوران اور نعت خواں وشعراء اسلام نے بھرپور روشنی ڈالی، عظمت الوہیت ورسالت اور ناموسِ اولیا واصفیا کے تعلق سے حضرت ممدوح کی تاریخی کاوشیں یاد کی گئیں۔

ان کے اخلاق کریمانہ اور حسن کردار وعمل کے نقوش پر چلنے کی تلقین کی گئی، خطبا میں حضرت مولانا شوکت علی اشرفی، حضرت مولانا انوار القادری، حضرت مولانا مفتی شمیم احتر تحسینی صدر المدرسین وصدر شعبہ افتاء خانقاہ ومدرسہ لطیفیہ رحمان پور تکیہ شریف، حضرت مولانا خواجہ ساجد عالم لطیفی مصباحی مدرس مدرسہ ہٰذا، حضرت مولانا وحید نواز لطیفی مصباحی خانقاہ لطیفیہ، شعراء اور نعت ومنقب خواں حضرات میں عزیزم مولوی ریحان رضا، عزیزم مولوی فرمان علی اور عزیزم مولوی نبیل رضا متعلّمین مدرسہ ہٰذا تھے۔

حضرت مولانا مفتی شمیم احتر تحسینی پورنوی نے دوران خطاب فرمایا کہ مجدد مأۃ ماضیہ سیدنا حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ خداداد ذہانت وثقابت کے مالک تھے کہ آپ بقیہ ص ۵۵ / پر